فرائد النور

فی

جرائد القبور

★

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب
لاہور

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

الحمد للہ کہ رسالہ مبارک

فَرَائِدُ النُّوْر

فِی

جَرَائِدُ الْقُبُوْر

تصنیف لطیف محقق کامل صدر الافاضل العلماء حامی دینِ متین
حضرت مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم

جس میں

براہین بہیہ و دلائل قویہ سے قبروں پر پھول اور ترشاخیں ڈالنے کا ثبوت تام ہے

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

قیمت ۸/

گلزار عالم پریس لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبحانك یامن یسبح بحمدہ اغصان النخل واوراق الاشجار و یستلذ بذکرہ السّنۃ البقول والریاحین والازھار وان من شئ الا یسبح بحمدہ کل لیل و نھار وھو الرحیم الکریم الغفار والصلوٰۃ والسلام علی من غرس جرید الارشاد وقضیب الھدایۃ فی اراضی القلوب لازالۃ الغوایۃ لیخفف بہ عذاب النار وھو سیدنا وسید الابرار مولانا ومولی الاخیار النبی الامی الامین المختار محمد شفیع المذنبین عند الجلیل الجبار وعلی آلہ واصحابہ البررۃ الاخیار الاطہار **امّا بعد** فقیر محمد نعیم الدّین خصہ اللہ تعالیٰ بمزید الصدق الیقین مرادآبادی ارباب انصاف کی عالی خدمات میں التماس کرتا ہے کہ اس فقیر نے ایک عزیز کے سوال کے جواب میں قبروں پر پھول اور شاخیں ڈالنے کے استحباب میں ایک فتویٰ لکھا تھا۔

مولوی حکیم **ھدایت علی** صاحب نے (جو فریق مخالف کے ایک زبردست عالم سمجھے جاتے ہیں اور مدرسہ مسجد شاہی مرادآباد کے ممتحن اور بعض مدرسین مدرسہ مذکورہ کے استاد بھی ہیں) اس کا جواب تحریر فرمایا۔ اب میں پہلے اپنا فتوےٰ اس کے بعد حکیم صاحب کی تحریر نقل کر کے جواب الجواب پیش کرتا ہوں اور حضرات اہل اسلام سے عرض کرتا ہوں۔ کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور جب میری تحریر میں حق صریح دیکھیں اور صدق وراستی پائیں تو مجھے دعائے خیر سے بھول نہ جائیں۔ اللہ تبارک وتعالےٰ

اس دینی خدمت کو میرا کفارۂ ذنوب بنائے آمین ثم آمین وصلے اللہ تعالیٰ علے سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فقیر کا پہلا فتویٰ قبروں پر شاخیں اور پھول ڈالنے کے بیان میں

:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر پر شاخ سبز کسی درخت کی ڈالنا اور اس سے تخفیفِ عذاب کی امید رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور پھول ڈالنا بھی جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی محمد سراج الدین محلہ بھٹی مرادآباد

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

وبعد فاقول بتوفیقہ تعالیٰ قبر پر سبز شاخ کا ڈالنا یا گاڑھنا حدیث صحیح متفق علیہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں صفحہ ۲ ۴ پر ہے عن ابن عباس قال مر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان ومایعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لایستتر من البول وفی روایۃ لمسلم لایستنزہ من البول واما لایمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقّھا بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یارسول اللہ لم صنعت ھذا فقال لعلہ ان یخفف عنھما مالم ییبسا متفق علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے پس فرمایا کہ یہ دونوں عذاب کئے جاتے ہیں اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کئے جاتے (یعنی ان کے خیال میں ان کے عذاب کا سبب کوئی بڑا گناہ نہ تھا) لیکن ان میں کا ایک پیشاب سے چھپتا نہ تھا یعنی پیشاب کرتے وقت

پردہ کا لحاظ نہ کرتا تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے بچتا نہ تھا
اور لیکن دوسرا وہ چغل خوری کرتا تھا پھر جناب سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے خرما کی ایک تر شاخ لے کر اُس کے دو حصّے کیئے پھر ہر قبر
میں ایک حصّہ کو جما دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اے
رسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ آپ نے کس لئے کیا۔ فرمایا کہ
ان دونوں قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ دونوں حصّے
شاخ خرما کے تر رہیں ؛ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال للشیخ
علاؤ الدین علی المتقی مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ الواقعہ فی
حیدر آباد دکن کے صفحہ ۱۲۱ جزء ثامن کتاب الموت من قسم الافعال میں
سوال القبر وعذابہ کے زیر عنوان موجود ہے عن ابی ھریرۃ قال مر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے قبرین فقال ائتونی بجریدتین
فاتوہ بھما فجعل احدا ھما عند رجلیہ والاخری عند
راسہ فقال ان ھذا کان یعذب فی قبرہ فقال بعضھم ما
ینفعہ ھذا یا نبی اللہ فقال یخفف عذابہ مادام فیھما
ندوۃ (ابن جریر) عن ابی الحسناء عن ابی ھریرۃ عن رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ مر بقبرین فاخذ سعفۃ او جریدۃ
فشقھا فجعل احدا ھما علے احد القبرین والشقۃ الاخریٰ
علی القبر الاخر فسئل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رجل کان لا یتقی من البول والمراۃ کانت تمشی بین الناس
بالنمیمۃ فاستنظر بھما العذاب الی یوم القیمۃ (ق فی کتٰب
عذاب القبر) عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ قال مر رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم علے قبر فقال ایتونی بجریدتین فجعل
احدا ھما عند راسہ والاخری عند رجلیہ فقلنا لہ یا
رسول اللہ اینفعہ ذلک قال لن یزال یخفف عنہ بعض عذاب
القبر مادام فیھا ندوۃ (ق فی کتاب عذاب القبر) ؛
دوسری اور چوتھی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے اور وہاں ٹھہر کر فرمایا کہ میرے پاس دو
شاخیں لاؤ جب لوگ دو شاخیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
تو آپ نے ایک قبر کے سرہانے اور ایک پاؤں کی جانب لگا دی صحابہ نے
عرض کیا کہ یا حضرت، کیا اس سے صاحب قبر کو نفع ہوگا، فرمایا کہ اُس کے
عذاب میں تخفیف کی جائے گی جب تک ان میں تری رہے گی۔ اور تیسری
حدیث میں حضرت کا دو قبروں پہ گزرنا اور شاخ تر کے دو حصّے کرکے ایک
ایک حصّہ ایک ایک قبر پہ لگانا اور صحابہ کا اسی طرح سوال کرنا اور حضرت
کا جواب دینا مذکور ہے ؛ اب ان چاروں حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ
سردار دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سبز شاخیں قبروں پہ لگائیں
اور ان سے تخفیف عذاب کی امید دلائی، تو بے شک تر شاخوں کا قبروں
پر لگانا کم از کم مستحب ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا فعل ہے۔ اور نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ؛ چنانچہ شرح
صدور صفحہ ۱۲۱ میں مرقوم ہے واخرج ابن عساکر من طریق حماد بن سلمۃ
عن قتادۃ ان ابا برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ کان یحدث ان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر علیٰ قبر وصاحبہ یعذب فاخذ
جریدۃ فغرسھا فی القبر وقال عسیٰ ان یرفعہ عنہ مادامت

رطبۃ فکان ابوھریرۃ یوصی اذا مت فضعوا فی قبری معی جریدتین
قال فمات فی مفازۃ بین کرمان وقومس فقالوا کان یوصینا ان
نضع قبرہ جریدتین وھذا موضع لا یصبھا فیہ فبینا ھم
کذلک اذ طلع علیھم رکب من قبل سجستان فاصابوا معھم سعفا
فاخذ واجریدتین فوضعوا ھما معہ فی قبرہ واخرج بن سعد
عن مسروق قال اوصی بریدۃ ان یجعل فی قبرہ جریدتان. قتادہ
سے مروی ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ سرور
اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے اور صاحب قبر اس وقت
عذاب میں گرفتار تھا، پس حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شاخ خرما
کی لے کر قبر میں گاڑ دی اور فرمایا کہ اس سے تخفیف عذاب کی امید ہے جب
تک کہ یہ تر رہے پھر ابو برزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وصیت کرتے تھے کہ میرے
ساتھ میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا راوی نے بیان کیا کہ ان کی وفات
کرمان وقومس کے درمیان ایک جنگل میں ہوئی، لوگوں نے کہا کہ ابو برزہ
ہم کو وصیت کر گئے ہیں کہ ہم ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دیں اور یہ ایسا
مقام ہے کہ یہاں شاخیں نصیب نہیں، یہی گفتگو تھی سجستان کی جانب سے
چند سوار ظاہر ہوئے اور ان کے ساتھ شاخ پائی جس کی دو ٹہنیاں بنا کر
ان کے ساتھ ان کی قبر میں رکھ دیں اور مسروق سے روایت ہے کہ بریدہ
رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دی جائیں ؛

اب یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ قبر میں تر شاخوں کا ڈالنا یا گاڑھنا جس
طرح سنّت رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہے اسی طرح سنّت
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ہے ؛ ردالمحتار شرح الدر المختار

مطبوعہ مصر صفحہ ۹۴۶ میں ہے ومن الحدیث ندب وضع ذالک للاتباع
ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاس ونحوہ و
صرح بذلک ایضاً جماعۃ من شافعیۃ وھذا اولی ما قالہ بعض
المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ یدہ صلے
اللہ علیہ وسلم اودعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر
البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ ابن الحصیب رضی اللہ عنہ اوصی
بان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم. خلاصہ یہ ہے. کہ تر
شاخیں قبر پر رکھنے یا ڈالنے کا استحباب حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر
قیاس کیا جائے جو ہمارے زمانہ میں آس وغیرہ کی شاخیں ڈالنے کی عادت
ہو گئی ہے شافعیوں کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے. اور یہ
مالکیوں کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ تخفیف دونوں قبروں میں بسبب برکت
دست مبارک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی
تھی. یا آپ کی دعا سے ان دونوں کے لئے، پس اس پر قیاس نہ کیا جائے گا
اور بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے. کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی
کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ دی جائیں واللہ تعالیٰ اعلم ؛ اب
بحمدہ تعالیٰ چھ حدیثوں سے اور فقہ کی کتاب کی صریح عبارت سے قبر پر
شاخیں ڈالنے گاڑھنے کا استحباب ثابت ہو گیا. رہا پھول قبروں پر ڈالنا
یہ بھی مستحسن ہے. چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ووضع الورد و
والریاحین علی القبور حسن ؛ واللہ اعلم

کتبہ

العبد المسکین محمد نعیم الدین حصہ اللہ بمزید الصدق والیقین المراد آبادی غفر الھادی

اِس فتوے پر حکیم صاحب نے یہ جواب لکھا :-

الجواب اقول بتوفیقہ مجیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی۔ کہ جس سے گل افشانی قبروں پر شاخ اندازی مقابہ مجیب صاحب نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو استدلال کیا ہے وہ خلاف احادیث معتبرہ و اقوال مستندۂ فقہاء کے ہے۔ چنانچہ جو حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ وارد ہے اُس کے بارہ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل و ریاحین کا قبروں پر ڈالنا اور شاخ ہائے تر کا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا اور خطابی جو کہ ائمہ اہل حدیث اور سر آمد علمائے سلف سے ہیں کہتے ہیں کہ سبزہ و گل و ریحاں کا قبور پر ڈالنا اس حدیث سے عموماً ثابت نہیں۔ اور صدر اوّل میں اس کا پتہ و نشان تک نہیں ملتا۔ اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی بابت جو اقوال سلف صالحین کے آئے ہیں اُن کو ہم آگے بیان کریں گے تاکہ مجیب صاحب کو یہ امر واضح ہو جاوے کہ حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال سے عام طور پر استدلال کرنا کس درجہ پر وقعت رکھتا ہے محدثین کا قول ہے کہ جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شاخہائے تر کو قبروں پر نصب فرمایا تو اُن دونوں کے واسطے تخفیف عذاب کے لئے دعا فرمائی اُس وقت تک کہ وہ دونوں شاخیں خشک ہوں اور یہ دعا آپ کی اُن کے واسطے قبول ہوئی ۔ کرمانی کا قول ہے کہ ان شاخوں میں کوئی تاثیر تخفیف عذاب کی نہیں تھی مگر صرف برکت دست مبارک

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تخفیف عذاب کی اہل قبور سے فرمائی ۔ مُلا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے واما وضعہا علے القبر فقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سال الشفاعۃ لہما فاجیب بالتخفیف الی ان ییبسا اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے لعل وجہ کلام الخطابی ان ھذا الحدیث واقعۃ حالٍ خاص یفید العموم ولہذا توجہ لہ توجیہات سابقہ فتدبر فانہ محل نظر انتھی اور ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشا پوری نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل بیان کی ہے جس کا جملہ آخر یہ ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی مررت بقبرین یعذبان فاجیبت بشفاعتی اِن یرفع ذالك عنہما مادام الغصنان رطبین یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گزرا کہ جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے اُن کے لئے شفاعت کی چنانچہ میری درخواست جناب باری عز اسمہٗ میں قبول ہوئی اور اُن دونوں سے عذاب تا خشک ہونے شاخوں کے موقوف کیا گیا۔ اور امام ابو ذکریا محی الدین یحیی نووی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت میں لکھا ہے اما وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم علی القبر فقال العلماء ھو محمول علی انہ صلعم سال الشفاعۃ لہما فاجیبت شفاعۃ بالتخفیف عنہما الی ان ییبسا۔ اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے واما حدیث جابر رضی اللہ عنہ فی صاحبی القبرین فاجیبت بشفاعتی ان یرفع ذالك عنہما مادام الغصنان رطبین انتھیٰ دوسری نقادان فن شریف و ماہران علم حدیث نے قول تمسکین حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بایں طور رد فرمایا ہے کہ شاخہائے تر و گل و ریاحین کا قبروں پر ڈالنا اِس

حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ تورپشتی شارح مصابیح نے شرح قول
صلی اللہ علیہ وسلم لعلہ ان یخفف مالم ییبسا میں لکھا ہے وجہ ھذا التحدید
ان یقال انہ شأبا التخفیف مدۃ بقار توبتھا و قول من قال وجہ
ذالک ان الغصن الرطب یسبح اللہ تعالیٰ مادام فیہ الرطوبتہ
فیکون مجیرا عن عذاب القبر لا طائل تحتہ و لا عبرۃ بہ عند
اھل العلم انتھی اور ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ شرح مصابیح میں لکھتے
ہیں قولہ ثم اخذ جریدتہ رطبتہ۔ الجریدۃ غصن النخل یعنی
اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جریدۃ رطبتہ فشقھا بنصفین فغرز کل
نصف علی قبر وقال لعلہ ان یخفف ویزال عنھما العذاب مادام
ھذان الغصنان رطبین وسبب تخفیف العذاب عنھما مالم ییبسا
انہ صلی اللہ علیہ وسلم سال اللہ ان یخفف عنھما ھذا القدر لوصول
البرکۃ الیھما لانہ رحمۃ لا یمر بمو صغ الا اصابہ برکتہ ولیس تخفیف
العذاب بخاصیہ الجریدۃ الرطبتہ لان الجمادات کالکعبۃ و
المسجد لم یثبت نص فی تفصیل الرطب علی الیابس انتھی۔ ابن
امیر حاج نے مدخل میں بعد رد کرنے قول متمسکین کے کہا ہے اَنَّ الراحتہ
انما حصلت عن المیتین ببرکۃ ید النبی صلعم انتھی اور ابن طاہر
نے مجمع البحار میں لکھا ہے ولیس فی الجریدۃ معنی یخصہ وانما ذالک
ببرکۃ ید النبی انتھی اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔
واما ورد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من وضع الجریدۃ فھو خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم
انتھی ؛ اِن تمام روایات، احادیث و اقوالِ ائمہ حدیث و نیز ائمہ فقہاء
سے ثابت ہوگیا کہ شاخہائے تر میں کوئی خاصیت تخفیفِ عذاب نہیں

ہے اور جو وقوع میں آئی وہ صرف دعا آنحضرت صلعم اور برکت دست
مبارک رسول اللہ صلعم کے تھے سوائے آنحضرت صلعم کے سلف صالحین
و ائمہ مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ اُن کا بھی یہ معمول تھا اگر مجیب
صاحب کو یہ ثابت ہوگیا ہو کہ یہ حکم عامۂ مومنین کے لئے ہے تو خیر القرون
سے ثابت فرمادیں اور جو کہ حضرت بریدہ کی وصیت اور روایت سے استدلال
کیا ہے کہ شاخہائے تر کا قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے۔ ہم اس کو تسلیم نہیں
کرتے۔ اِس لئے حضرت بریدہ نے اپنے اجتہاد پر کوئی نص صریح نہیں بیان
کی، بلکہ ان کی رائے تھی۔ چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے
واما ما مر من ایصاء بریدۃ فاجاب منہ القسطلانی کان بریدۃ
حمل الحدیث علی عمومہ ولم یرہ خاصاً ولکن الظاھر من تصرف
المؤلف ان ذالک خاص المنفعتہ بما فعلیہ صلعم ببرکتہ المخاصتہ
بہ وان الذی ینفع اصحاب القبور انما ھو الاعمال الصالحۃ
فلذالک عقبہ بقولہ ورای ابن عمر رض فسطاطاً انتھی یعنی
وصیت حضرت بریدہ رض کی جو گزری اُس کا جواب قسطلانی نے یوں دیا ہے
کہ حضرت بریدہ رض نے اس حدیث کو محمول عموم پہ کیا ہے اور اس بات کا
لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے لیکن ظاہر تصرف مؤلف سے یہ بات
ہے کہ یہ منفعۃ خاصہ آپ کے فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور
جو نفع یاب ہوتے ہیں وہ عمل صالح سے ہوتے ہیں۔ اسی واسطے علامہ
قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن عمر رض نے اس کو خرگاہ
جانا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل و ریاحین کا ڈالنا ہرگز ثابت
نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے۔ چنانچہ محمود بن احمد عینی کہ شراحِ محدثین

سے ونیز فقہائے معتمدین سے ہیں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں [۱۲] ومایفعلہ اکثر الناس من وضع ما فیہ الرطوبۃ من الریاحین والبقول علے القبور لیس بشیٔ یعنی جو اکثر لوگ گل و ریحان اور تر چیزیں قبروں پر رکھتے ہیں یہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور گل و ریحان کا قبروں پر ڈالنا بطور تنزہیں ہے تو یہ امر بھی مجوزین کے مفید مطلب نہیں جیساکہ اس کی تردید شاہ محمد اسحاق نے مائۃ مسائل میں فرمائی ہے۔ اور نیز فتاوی قرطبیہ میں ہے [۱۳] لایوضع الورد والریاحین علے القبور لانہ من باب الزینۃ انتھی اور مفید المومنین میں ہے [۱۴] وضع الورد والریاحین علی القبور بدعۃ یعنی گل و ریحان کا قبور پہ ڈالنا بدعت ہے۔ اور منہاج العارفین میں مرقوم ہے یکرہ [۱۵] وضع الورد علے القبور انتھی یعنی گلاب کے پھولوں کا قبروں پہ رکھنا مکروہ ہے۔ اور جو مجیب صاحب نے اثبات مدعی کے لئے عبارت عالمگیری نقل کی ہے اس کا حال یہ ہے کہ اول تو اس کا ماخذ فتاوی غرائب ہے اور جو لوگ کہ مجوز اس فعل کے ہیں وہ بھی فتاوے غرائب سے ہی لیتے ہیں۔ تو یہ امر ہر ذی عقل وفہم پر ہویدا ہے کہ روایت فتاوائے غرائب بمقابلہ احادیث کثیرہ وآثار صحابہ وروایات کتب معتبرہ فقہیہ کیا وقعت رکھتی ہے۔ سوائے اس کے یہ چالاکی مجیب صاحب کی قابل دید ہے کہ بقولے میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔ مفید مطلب عبارت جو فتاوی عالمگیری کی تھی اس کو تو خوشی خوشی لکھ دیا۔ اور غیر مفید عبارت جو اس کے ہی آگے ہے نظر انداز کی۔ اصل عبارت فتاوی عالمگیری کی یہ ہے [۱۶] وضع الورد والریاحین علی القبور حسن وان تصدق قیمتہ کان احسن اول تو مجیب صاحب نے اس بددیانتی سے

کام لیا کہ پورے مسئلہ فتاوی کو بیان نہ فرمایا۔ دوسرے یہ کہ لفظ حسن اور احسن میں بھی مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب پورے طور سے ناظرین با انصاف کو ظاہر ہوگیا۔ کہ شاخہائے تر میں کوئی کیفیت خاصہ باعث تخفیف عذاب کے عام طور پر ایسی نہیں دیکھی گئی ہے کہ ہر کس وناکس شاخوں کو قبروں پہ لگا دے۔ اور صاحب قبر کو اس کے لگانے سے تخفیف عذاب ہو جیسا [۱] کہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب [۲] اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی امام خطابی [۳] امام نووی وتورپشتی شارح مصابیح وملا علی قاری وابن الملک وابن الحاج وابن طاہر صاحب مجمع البحار وعینی شارح بخاری ومولف [۱۱] فتاوی قرطبیہ اور صاحب [۱۳] مفید المومنین وصاحب [۱۴] منہاج العارفین اور صاحب قسطلانی عمدۃ القاری شارح بخاری وکرمانی اور ابن حجر مکی رحمہم کے اقوال سے متحقق وثابت ہوگیا کہ گل وریاحین وشاخہائے تر کا قبور پہ ڈالنا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ مکروہ تحریمی وبدعت ہے۔ اور ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برائے تخفیف عذاب اُن شاخہائے تر کو نصب فرمایا تھا۔ جب عام طور سے یہی فعل مسنون قرار دیا جاویگا تو یہ بھی اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب بعذاب الٰہی ہے۔ اس میں تمام علماء وصالحین واولیاء کاظمین وائمہ مجتہدین واکابر معتمدین داخل ہوگئے۔ اس بنا پر بعقیدہ مجیب صاحب یہ لازم آویگا کہ کوئی شخص ناجی ہے ہی نہیں جس قدر ہیں وہ سب ناری ومعذب نعوذ باللہ منہا بمجوائے حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ظن المؤمنین خیرا کا حکم اور مجیب صاحب کا یہ گمان ایسے ہی ظنون فاسدہ وخیالات

واہیہ کے باب میں ان بعض الظن اثم ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے
وما علینا الا البلاغ المبین ؛

کتبہ محمد ہدایت العلی الکھنوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی ؛

حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے جو کتب منقول عنہا کی طلب میں تحریریں کی گئیں۔ اور حکیم صاحب نے اُن کے جواب لکھے وہ یہ ہیں

نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم

جناب حکیم مولوی محمد ہدایت علی صاحب آپ نے جو عبارتیں مسئلہ وضع الجرید علی القبر کے جواب الجواب میں تحریر کی ہیں۔ اُن کی تصحیح نقل کے لئے کتب منقول عنہا کی ضرورت ہے لہٰذا معروض ہے کہ براہِ کرم ایک ایک کتاب بھیجدیا کریں۔ جب اُس کو پہنچا دیا جاوے تو دوسری مرحمت فرمادیا کریں تاکہ عبارت منقولہ کی مطابقت کتب منقول عنہا سے کی جاوے۔ اگر اس سے بظاہر کچھ حرج معلوم ہوتا ہو تو فقیر کو ایسا وقت بتادیں کہ جناب کے دولت خانہ پہ حاضر ہوکر خود فقیر تصحیح عبارات کرے کہ فقیر کو دینی خدمت کے لئے آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہونے میں بحمدہ تعالیٰ کسی قسم کا تکلف نہیں۔ امید کہ جواب سے ممتاز فرمادیں۔ وہ کتابیں جو تصحیح نقل کے لئے درکار ہیں یہ ہیں تورپشتی شرح مصابیح شرح مصابیح ابن ملک۔ مدخل ابن الحاج۔ عینی شرح بخاری۔ فتاویٰ قرطبیہ۔ مفید المومنین۔ منہاج العارفین ؛

حکیم صاحب نے اس کے جواب میں یہ تحریر بھیجی :۔

جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چونکہ میں نے جابجا سے کتابیں منگوائی تھیں بعد تحریر عبارات واپس کیں۔ اُن کے

مقامات میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں۔ کتب خانہ ریاست رام پور۔ مقام پٹنہ مولوی شمس الحق صاحب محمدی دہلی۔ مولوی شریف حسین صاحب مرحوم، مولوی عبدالسلام صاحب کے پاس سے اگر آپ کو خدمت دینی تہ دل سے شوق ہے تو مقامات مذکورہ میں تشریف لے جاکر ملاحظہ کتب فرمالیجئے یا اُس کا خرچہ مجھے مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کو برائے چندے منگوا دوں مگر کتابوں کا بحفاظت رکھنا اور اُن کی آمد و رفت کا خرچہ آپ گوارا فرماویں اور کتب مطبوعہ کے ہونے میں اگر آپ کو شک ہے تو علمائے دیندار سے ان کی تصحیح فرمالیجئے اس کو یقین جانئے کہ عبارت ہر ایک کتاب بعینہٖ نقل کی گئی ہے کیونکہ عبارت کی نقل میں ایک نوع کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور یہ تو لچوروں کا کام دیتی ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو نقل عبارت کردے اور جو مخالف ہے اُس کو نظر انداز کردیا اس کا خیال نہ فرمائیے گا انشاء اللہ تعالیٰ بعینہٖ عبارت جیسی نقل کی گئی ہے سر مو اُس میں فرق نہ ہوگا فقط ؛

راقم محمد ہدایت علی عفی عنہ

پھر میں نے حکیم صاحب کی خدمت میں یہ لکھا :۔

مکرمی جناب مولوی حکیم ہدایت علی صاحب۔ عنایت فرماکر پورا پتہ اُن حضرات کا تحریر فرمائیے کہ جن سے آپ نے کتابیں منگائی تھیں۔ اور نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ کس کس مقام سے کون کونسی کتابیں منگائی تھیں؟ کتابوں کی آمد و رفت کا خرچہ بھی تحریر فرمائیے۔

الراقم محمد نعیم الدین۔ ۲ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ

حکیم صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا :۔

السلام علیکم۔ مجھے یاد نہیں کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتابیں

منگوائی تھیں۔ بہرحال مقامات مذکورہ سے اکثر کتابیں آئی ہیں؛

محمد ہدایت علی عفی عنہ

اِس کے بعد حکیم صاحب کے پاس یہ رقعہ لکھا :۔

جناب مولوی صاحب عنایت فرمائے من

بارہا لکھ کر ایک ہی امر کے متعلق تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے بگر بمجبوری لکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جناب لکھتے وقت پوری توجہ نہیں کرتے جو دوبارہ لکھنے کی حاجت نہ رہے۔ مَیں نے تین باتیں دریافت کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ پورا پتہ اُن حضرات کا تحریر فرمایئے کہ جن سے آپ نے کتابیں منگائی تھیں دوسرے یہ کہ کس کس مقام سے کون کونسی کتاب منگائی تھی۔ تیسرے یہ کہ کتابوں کی آمد و رفت کا خرچہ کیا ہے؟ ان میں سے صرف اس کا جواب دیا گیا کہ کون کونسی کتاب کہاں سے منگائی تھی باقی دونوں باتوں کا کچھ جواب نہ لکھا گیا۔ اس لئے پھر مکلف ہوں کہ مہربانی فرما کر پورا پتہ اُن حضرات کا جن سے کتابیں منگائی تھیں اور مقدار خرچ آمد و رفت کتب تحریر فرمادیں؛

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین ۴ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ روز جمعہ

اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر مسطورہ ذیل بھیجی :۔

جناب مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میرے ایک عزیز دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالسلام میں پڑھتے ہیں اور مولوی عبدالسلام سے اور مولوی شمس الحق صاحب سے مقام پٹنہ سے از حد ملاقات ہے۔ اُن کے یہاں کی کتابیں بوقت ضرورت اُن کے ہاں جاتی ہیں ایسے ہی اُن کے ہاں آتی ہیں چنانچہ مَیں نے اُن عزیز کو لکھا تھا، وہ اس درمیان میں میرے پاس آتے تھے، اُن کی معرفت کتب مذکورہ مجھے وصول ہوئیں

مَیں نے خود براہِ راست نہیں منگوائی تھیں۔ اگر آپ کو کتب مذکورہ کے دیکھنے کا شوق ہے تو دلی یا مقام پٹنہ عظیم آباد تشریف لے جایئے وہ مشہور آدمی ہیں غالباً آپ کو کتب کے دکھلانے میں اُن کو دریغ نہ ہوگا میں ایک صلاح آپ کو دیتا ہوں کہ آپ خود مقامات مذکورہ میں تشریف لے جایئے اور کتب مذکورہ کا ملاحظہ کر لیجئے۔ منگوانے کے اخراجات کو آپ گوارا نہیں کر سکتے ہیں۔ پہلے لوگ تو دین کی طلب میں مہینوں کے سفر کو آسان جانتے تھے۔ اب تو ریل ہے کچھ سفر کرنا مشکل نہیں، دو ایک روز کا سفر ہے۔ دوسرا طریقہ جو اس سے بھی آسان ہے وہ یہ ہے کہ آپ مختلف علماء کو تحریر فرما دیجئے کہ یہ کتابیں آپ کے یہاں اگر موجود ہوں تو ازراہِ عنایت مسئلہ معلومہ اُن کو تحریر فرما دیجئے۔ اس میں چند ٹکٹ آپ کے البتہ خرچ ہوں گے سوا اس کے اُن کی بھی تحقیق آپ کو ہو جائے گی۔ زیادہ والسلام محمد ہدایت العلی عفی عنہ

(یہ عبارت حکیم صاحب نے دستخط کرنے کے بعد لکھی ہے)

خلاصۂ بحث

۱۔ قبروں پر شاخیں جمانے کے باب میں مَیں اپنے پہلے فتویٰ میں چھ حدیثیں پیش کر چکا ہوں اور اس مسئلہ کو صاف طور پر لکھ چکا ہوں۔

۲۔ حکیم مولوی ہدایت العلی صاحب نے جو جواب لکھا ہے اُسے اگر کسی وقت نظرِ انصاف سے خود ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً شرما جائیں گے

حاصل کلام

اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ حکیم صاحب نے میرے استدلالوں کا کیا جواب دیا :۔

۱۔ مَیں نے مشکوٰۃ شریف و کنز العمال سے چار حدیثیں اس مضمون کی

نقل کی تھیں کہ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قبروں پر تر شاخیں لگائیں اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی ۔

۲۔ حکیم صاحب نے اس کے جواب میں چار عذر کئے ۔ پہلا یہ کہ یہ مضمون احادیث و اقوال مستندہ فقہا کے خلاف ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب نے میرے مدعا کے خلاف ایک حدیث بھی پیش نہ فرمائی ۔ اگر جناب کی نظر سے احادیث معتبرہ اس مضمون کے خلاف گزریں تو ضرور پیش فرماتے ، مگر نہ پیش کی اور پیش کر سکتے تھے ۔ ولہٰذا زبانی ادعائے باطل پر ٹال گئے ۔ میں اب عرض کئے دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے خلاف جناب کو ایک حدیث نہ ملے گی ھاتوا برھانکم ۔ یہی حال اقوال فقہا کا ہے میں نے فقہ حنفی کے معتمد کتابوں فتاوی عالمگیری در المختار سے اس کا جواز و استحباب ظاہر کر دیا تھا ۔ حکیم صاحب اُن کے مخالف کوئی عبارت کتب فقہ احناف سے نہ لاسکے ۔ یہ عجب حکمت ہے ۔ کہ دعوے فرماتے ہیں گاؤ زبان اور ثبوت دینے میں ریشہ خطمی ۔ حکیم صاحب کا دوسرا عذر یہ ہے کہ یہاں تر شاخیں جمانے سے عذاب میں تخفیف ہونا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب کا یہ فرما دینا محض دعوے ہی دعویٰ ہے کوئی مخصص پیش فرمائیے اور اصول فقہ کی طرف توجہ کیجئے جہاں یہ مصرح ہے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے افعال شریفہ کا ادنےٰ مرتبہ اباحت ہے ۔ جب تک ادلۂ شرعیہ میں سے کوئی دلیل خصوصیت پر قائم نہ ہو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فعل کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے ناجائز قرار دینا بجا نہیں ۔ حکیم صاحب

کا تیسرا عذر یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُن قبر والوں کے لئے دعا فرمائی تھی تخفیف دعا سے حاصل ہوئی ۔ ان دونوں عذروں کا جواب فقیر کی پہلی تحریر میں رد المحتار سے نقل ہو چکا ۔ غالباً حکیم صاحب نے اس پر غور نہ فرمایا ورنہ بمقتضائے انصاف ، ہرگز یہ عذر پیش نہ فرماتے ۔

۳۔ میں نے شرح الصدور[۱] سے یہ بھی نقل کیا تھا کہ ابو برزہ اسلمی صحابی اور حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ وصیتیں فرمائی تھیں کہ ہماری قبر میں تر شاخیں رکھ دی جائیں ۔ چنانچہ رکھی گئیں ۔

۴۔ میں نے تسلیم کیا کہ حکیم صاحب کے ذہن رسا کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی کہ جب یہ حضرات دفن کئے گئے ہوں گے اس وقت صحابہ اور تابعین میں سے کتنے حضرات موجود ہوں گے جنہوں نے دفن میں شرکت کی ہو گی اور اس وصیت کے بموجب تر شاخیں قبروں میں رکھیں اور رکھتے ہوئے دیکھا ۔ یہاں سے صحابہ اور تابعین کی جماعت سے بھی اس عمل کا ثبوت پایا جاتا ہے ۔

۵۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ حکیم صاحب نے وصیتوں کے ان ظاہر ترجمے کئے ہوئے لفظوں پر بھی غور نہ فرمایا حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت سے تو سکوت کیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جس سے صاحب رد المحتار[۲] نے استدلال کیا ہے ۔ اور جو میں اپنی

---

[۱] شرح الصدور ایک کتاب کا نام ہے جو مجدد عصرہ حافظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مصنفہ ہے اور علامہ موصوف کی جلالت علمی کمال شہرت کے باعث محتاج بیان نہیں ۔

[۲] رد المحتار ، در المختار کا سب سے نفیس تر حاشیہ ، فقہ کی کمال معتبر کتاب علامہ ابن عابدین شامی کی مصنفہ ہے ۱۲

پہلی تحریر میں نقل کرچکا ہوں۔ حکیم صاحب نے اُس کو یہ کہدیا کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے ؛

۶ مجھے تو حکیم صاحب کا یہ جواب نقل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ادھر تو یہ پیش کیا جائے کہ خود حضور اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضور کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم نے قبروں پر تر شاخیں جمائیں اور اس کی وصیتیں فرمائیں۔ اور دوسری طرف سے یہ جواب دیا جائے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے ہائے ۔

اگر اسلام ہمیں ست کہ ایماں دارند ؛ وائے گر از پس امروز بود فردائے

استغفر اللہ العلی العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ القوی الکریم

بحمد اللہ تعالیٰ انہیں چند لفظوں میں حکیم صاحب کے جملہ اوہام کا ازالہ ہوگیا، جن کی فہم درست اور رائے صائب ہے وہ تو سمجھ ہی لیں گے۔ لیکن مسئلہ جب زیر تحریر آیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر اور بھی توضیح کی جائے اور حکیم صاحب کی تحریر کا لفظ بلفظ جواب دیا جائے۔ مخالفین کی لیاقت، دیانت، استعداد ذہانت کا بھی اندازہ ہو اور مسئلہ کی تحقیق بھی اپنا جلوہ دکھائے فہا انا اشرع وبتوفیقہ تعالیٰ اقول وبحولہ اصول ؛ (حکیم ہدایت علی صاحب کی عبارت پر لفظ حکیم صاحب اور اس کے رد پر لفظ جواب لکھا ہے)

(حکیم صاحب) **الجواب** اقول بتوفیقہ مجیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی کہ جس سے گل افشانی قبروں پر شاخ اندازی مقابر پہ۔ مجیب صاحب نے حدیث ابن عباس رض اور وصیت حضرت بریدہ سے جو استدلال کیا ہے وہ خلاف احادیث معتبرہ و اقوال مستندہ فقہا کی ہے انتہیٰ بلفظہٖ"

جواب حکیم صاحب نے میرے استدلال کو خلاف احادیث معتبرہ اور اقوال مستندہ فقہاء فرمایا۔ مگر کوئی حدیث اُس کے خلاف پیش نہ کی۔ بلکہ حکیم صاحب کی تمام تحریر میں صرف مسلم شریف کی حدیث طویل کا ایک جزو ہے۔ وہ بھی میرے استدلال کے خلاف نہیں۔ اس صورت میں حکیم صاحب کا میرے استدلال کو بے وجہ خلاف احادیث معتبر فرمانا اور میری نقل کی ہوئی چھ حدیثوں پر نظر نہ کرنا تعجب خیز ہے۔ اب حکیم صاحب سے اُن احادیث معتبرہ کا مطالبہ ہے جن کے خلاف میں نے اُن کے عندیہ میں استدلال کیا تھا، حکیم صاحب جب تک وہ احادیث معتبرہ پیش نہ فرمائیں گے بار جواب سے سبکدوش نہ ہوں گے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں "مجیب صاحب نے حدیث ابن عباس رض اور وصیت حضرت بریدہ سے جو استدلال کیا" کیا خوب! حکیم صاحب کو فقط حدیث ابن عباس اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی یاد رہیں۔ اور حدیث ابوہریرہ اور وصیت ابوبرزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو فراموش کر گئے۔ میں نے تو ان سب سے استدلال کیا تھا۔ اب گذارش ہے کہ حکیم صاحب نے احادیث کہا ہے کہ صیغہ جمع ہے جس کا اقل تین ہیں، حکیم صاحب تین جانے دیں ایک ہی حدیث دکھائیں جو میری حدیث پیش کردہ کے خلاف ہو۔ میں اپنی پہلی تحریر میں اپنے اثبات مدعا میں کئی حدیثیں پیش کر چکا ہوں۔ اور اس مضمون کی حدیثوں سے احادیث کی کتابیں مالا مال ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی اس مضمون کی حدیثیں جا بجا ملتی ہیں۔ اگر سب نقل کی جائیں طوالت ہو۔ اس لئے میں صرف اتنی ہی حدیثوں پہ اکتفا کرتا ہوں جن کو پہلے نقل کر چکا ہوں۔ حکیم صاحب نے میرے استدلال کو اقوال مستندہ فقہاء کے بھی خلاف بتایا۔ میں حنفی ہوں اور حکیم صاحب بھی شاید

حنفیت سے منکر نہ ہوں. میں فقہ حنفی سے ثبوت دے چکا. اب حکیم صاحب فقہ حنفی کی کتابوں سے اقوال پیش کریں ؎

ہم بھی دیکھیں کہ تری گود میں کیا رکھا ہے ٭ وہ بھی دیکھیں جسے پہلو میں چھپا رکھا ہے

(حکیم صاحب) "جو حدیث بروایت ابن عباس وارد ہے اُس کے بارہ میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے مأتہ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل وریاحین کا قبروں پر ڈالنا اور شاخہائے تر کا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت سے تھا انتہی بلفظہٖ"۔

جواب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کہیں یہ نہیں فرمایا حکیم صاحب کو شبہ ہوگیا بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ نے جہاں اور اقوال نقل کئے خطابی کا بھی قول نقل کردیا. رہے مولوی شاہ اسحاق صاحب اُن کا کہنا ہی کیا ہے۔ اُنھوں نے سماع اموات ہی کا جو انکار کردیا اور بہت سے مسائل میں غلطیاں کیں. عبارتوں میں ایسی قطع و برید کی، کہ اصل کتابوں میں کچھ ہے، آپ نے کچھ کا کچھ نقل کیا ہے. اگر آپ کو مولوی اسحاق صاحب کی لیاقت، دیانت کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہٗ کی تصحیح المسائل جو مأتہ مسائل کے رد میں ہے ملاحظہ فرمایئے. اور عبارت میں قطع برید کا طریقہ تو مولوی اسحاق صاحب کے متبعین میں بھی جاری ہے اکثر اُن حضرات کو دیکھا کہ دلیل سے عاجز ہوئے، مدّعا ہاتھ سے جاتا دیکھا، کتاب کی عبارت ہی بدل لی. اگر مخالف نے کوئی عبارت پیش کی اس کا تو یہ جواب کہ کتاب ہی معتبر نہیں. خود عاجز ہوئے، کہیں موافق مدعا عبارت نہ ملی، تو کسی کتاب کی عبارت کو بنا ڈالا. اور بعضے حضرات تو ایسے جری ہیں

کہ خود ایک عبارت بنالیں. اور اگر پوچھئے تو کتاب کا نام بھی گڑھ دیں. بہرحال مولوی اسحاق صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں. جب آپ کا خصم انہیں مانتا ہی نہیں، پھر اُن کا یا اُن کی کتاب کا حوالہ دینا فضول ہے (حکیم صاحب) ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے واما وضعھما علی القبر فقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سال الشفاعۃ لھما فاجیبت بالتخفیف الی ییبسا انتھی بلفظہٖ ٭

جواب: اور چونکہ میں نے اپنی تحریر میں ہر عبارت کا حوالہ صفحہ وار دیا تھا اس کے جواب میں حکیم صاحب نے یہ عنایت فرمائی کہ کتاب کا صفحہ کیا معنے نام تک نہ لکھا ؎

ذرا تو اور بھی کرلے جفا کہ او دلبر ٭ ہنوز میری وفا سے تری جفا کم ہے

اس حالت میں یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ علامہ علی قاری رحمۃ الباری نے امام نووی سے کس کتاب میں یہ عبارت نقل کی، عبارت کا لکھنا اور اس کا نام بھول جانا بتاتا ہے. کہ جواب لکھتے وقت حکیم صاحب بہت گھبرا گئے تھے ٭ اب میں عرض کرتا ہوں کہ وہ عبارت مرقاۃ المفاتیح میں ہے حکیم صاحب نے دانائی کی، جو کتاب کا نام نہ لکھا، کیونکہ اگر کتاب کا نام لکھتے تو ضرور بکف چراغ دارد کا مصداق بنتے. اس لئے کہ حکیم صاحب نے اس پہلی ہی عبارت میں قطع برید کرکے دیانت کی گردن ماری ہے یعنی مطلب کی ایک سطر تو لکھدی، باقی عبارت مدعا کے خلاف پائی، صاف اُڑا گئے. کیا انصاف و دیانت کا یہ مقتضا نہیں، کہ عبارت مثبت مدعائے خصم ہو تو تسلیم کرلیں، کیا یہ ناانصافی نہیں کہ قبل والی عبارت مفید مطلب سمجھ کر لکھ جائیں، اور اسی عبارت میں مذہب منصور

مذکور ہو تو اُس کے پاس تک نہ جائیں۔ کیا یہ تصرف بیجا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حکیم صاحب کے مفید مدعا عبارتیں اُن کے ہاتھ نہ آئیں، ورنہ وہ کیوں ایسی جرأت کرتے۔ اب میں وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس کے خوف سے حکیم صاحب نے کتاب کا نام تک نہ لکھا تھا کہ کہیں یہ عبارت خصم کی نظر نہ پڑ جائے اور اپنے مدعائے باطل پر قیامت آئے۔ علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری رحمہ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶ میں حدیث ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شرح میں حکیم صاحب والی عبارت اور اس کے بعد دعا کا احتمال ناقلا عن النووی ذکر فرماتے ہیں وقیل لانہما یسبحان مادامار طبین۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت نے اُن ترشاخوں کو اس لئے جمایا تھا کہ وہ جب تک تر رہیں گی تسبیح کریں گی۔ پھر یہی علامہ علی قاری رحمہ الباری اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس سے پہلے کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں واستحب العلماء قرأۃ القرآن عند القبر بھذا الحدیث اذ تلاوۃ القرآن اولی بالتخفیف من تسبیح الجرید وقد ذکر البخاری ان بریدۃ بن الحصیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان فکانہ تبرک بفعل مثل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ علمائے کرام نے قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا اس حدیث سے مستحب ثابت کیا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت جرید کی تسبیح سے اولیٰ ہے۔ امام بخاری رحمہ الباری نے ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں ترشاخیں رکھ دی جاویں تو گویا انہوں نے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے فعل کی مثل فعل سے برکت چاہی اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس عبارت کے علاوہ اور عبارت بھی مثبتین کے مفید ہے جو عنقریب پیش کی جاوے گی۔ مسلمانو! لِلّٰہ انصاف ایسی صریح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید مطلب خیال کر کے لکھدینا کونسی دیانت ہے اور اس حرکت کو کیا کہتے ہیں میں تو کچھ نہیں کہتا۔ مگر حکیم صاحب اپنے رقعہ کے یہ الفاظ جو خود اُن کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں ملاحظہ فرمالیں تو میں نادم ہو جاؤں گا (حکیم صاحب کے رقعہ کی عبارت) اس کو یقین جانئے کہ یہ عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہ نقل کی گئی ہے کیونکہ نقل میں ایک نوع کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور یہ تو چوروں کا کام ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو نقل عبارت کر دی اور جو مخالف ہے اس کو نظر انداز کر دیا اس کا خیال نہ فرمایئے گا انشاء اللہ تعالیٰ عبارت جیسی نقل کی گئی ہے سر مو فرق نہ ہوگا۔ الراقم محمد ہدایت العلی عفی عنہ۔ اب جو حکیم صاحب سمجھ لیں کہ انہوں نے مطلب کے موافق عبارت نقل کر کے مخالف مدعا عبارت چھوڑی ہے یا نہیں؟

(حکیم صاحب) اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے لعل وجہ کلام الخطابی ان ھذا واقعۃ حال خاص لا یفید العموم ولھذا وجہ لہ توجیہات سابقۃ فتدبر فانہ محل النظر انتھی

جواب۔ وہی خوبی جو اُس عبارت میں تھی اس میں بھی ہے کتاب کا نام ندارد، نہ معلوم ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی حکیم صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتایا ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے حکیم صاحب کی اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ شاید خطابی کے کلام کی یہ وجہ ہو کہ اُن کے نزدیک یہ حدیث ایک حال خاص کا واقعہ ہے مفید

عموم نہیں۔ اسی لئے اُس کی توجیہیں کی گئیں، سو چلو کہ یہاں اعتراض کا محل ہے۔ یہ بات ہرادنےٰ طالب علم پر بھی مخفی نہیں کہ فتدبر اور اس کی مثل دوسرے کلمے ایسے موقعہ پر استعمال کئے جاتے ہیں جہاں وہ بات مخدوش ہو یا اُس میں کوئی مسامحہ ہو۔ پھر جب فتدبر کے ساتھ ہی فانہٗ محل النظر بھی کہدیا جاوے، تو صراحت ہوگئی کہ یہ قول ضعیف ہے۔ ایسی عبارت سے استدلال کرنا اور اس کے ضعف کو نہ سمجھنا حکیم صاحب جیسے ذی شعور داناؤں سے حیرت انگیز ہے، قطع نظر اس تمام سے کہ وہی قطع برید عبارت کی، حکیم صاحب نے یہاں بھی کی ہے۔ یعنی پوری عبارت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نقل نہیں کی۔ اس عبارت سے قبل ہیں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا ہے اور ترشاخیں جمانے کو سُنت بتایا ہے۔ اُس عبارت کو چھوڑنا اور موافق مدعا سمجھ کر رد کئے ہوئے دو ایک فقرے لکھ دینا کیا دیانت ہے۔ حکیم صاحب کے رقعہ کی جو عبارت نقل ہو چکی ہے پھر دوبارہ ملاحظہ فرماکر معلوم کر لیجئے کہ یہ کس کا کام ہے۔ طرفہ تر یہ جرأت کہ جو فقرے لکھے ہیں وہ خود ضعف پر دلالت کر رہے ہیں جن میں صاف یہ مذکور کہ فتدبر فانہ محل النظر ھان ولکن القائل الذلیق الاریب العجیب السکران لایعرف ماجری علی لسانہ الثقیلۃ اللحمیۃ۔ ہائے ہائے دینی مسائل میں اس درجہ کی احتیاط۔ افسوس مسلمانان ...... خیر اب میں وہ عبارت جس میں حکیم صاحب نے قطع برید کی ہے نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶ ثم[۱] رأیت ابن حجر صرح بہ د قال قولہ لا اصل لہ ممنوع بل ھذا الحدیث اصل اصیل لہ

ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث ولعل وجہ کلام الخطابی ان ھذا واقعۃ حال خاص لا یفید العموم ولھذا وجہ لہ توجیہات سابقۃ فتدبر فانہ محل النظر حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبر پر ترشاخیں جمانے کے استحباب کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ خطابی کا لا اصل لہ کہنا ممنوع ہے بلکہ یہ حدیث ترشاخیں جمانے کے لئے اصل اصیل ہے۔ اور اسی وجہ سے ہمارے بعضے ائمہ متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قبروں پر ترشاخیں اور پھول ڈالنا جس کی لوگوں کو عادت ہے یہ سُنت[۱] ہے اور اسی حدیث سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ خطابی نے باوجود محدّث ہونے کے ایسے امر کو کیوں لا اصل لہ کہدیا جو حدیث شریف سے بصراحت ثابت ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے انہوں نے اس کو حال خاص کا واقعہ سمجھا ہو۔ اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ مفید عموم نہ ہوگا اور اسی لئے پہلے توجیہیں کی گئیں اس میں غور کرو کہ یہ محلِ اعتراض ہے یہ پچھلا فقرہ فتدبر فانہ محل النظر بتا رہا ہے کہ فی الواقع خطابی کا خیال قابلِ اعتماد نہیں جیسا کہ اوپر عبارت میں تصریح ہو چکی۔ حکیم صاحب کا علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت چھوڑ جانا جس میں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ائمہ نے قبر پر پھول اور ترشاخیں

---

[۱] امام ابن حجر علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے کہ ہمارے زمانہ میں پھول اور ترشاخیں قبروں پر ڈالنے کی جو لوگوں کو عادت ہے یہ سُنّت ہے۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سُنّت امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں بھی جاری تھی اور بحمدہٖ تعالیٰ اب تک جاری ہے ۱۲ منہ

جمانے کا فتویٰ دیا۔ اور سنت بتایا اور اس احتمال ضعیف مرجوح کا لکھ دینا کہاں تک علم کی شان کے قریب ہے۔ (حکیم صاحب) اور ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں جابرؓ سے حدیث طویل بیان کی جس کا جملہ آخر یہ ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفعہ ذالک عنہما مادام الغصنان رطبین یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گزرا جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے اُن کے لئے شفاعت کی چنانچہ میری درخواست جناب باری عز اسمہٗ میں قبول ہوئی اور دونوں سے عذاب تا خشک ہونے شاخوں کے موقوف کیا گیا انتہیٰ بلفظہٖ

جواب۔ اس حدیث کے پیش کرنے سے حکیم صاحب کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تر شاخیں جمائیں تھیں تو شفاعت بھی فرمائی تھی پھر تخفیف عذاب ہوئی، تو شفاعت سے نہ تر شاخوں سے۔ میں گزارش کرتا ہوں جناب کا کہاں خیال گیا۔ میں نے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے اُس میں صرف تر شاخوں کا جمانا ہے۔ اُس کے ساتھ شفاعت کا جداگانہ ذکر نہیں۔ رہی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ واقعہ ہی دوسرا ہے۔ اور میں نے اس سے استدلال نہیں کیا۔ اور یہ خارج از بحث ہے، نہ مجھے مضر، نہ جناب کو مفید۔ مگر یہ جناب کی حدیث دانی کی خوبی ہے جو اتنا بھی نہ معلوم ہو سکا کہ خصم نے جس سے استدلال کیا ہے وہ واقعہ ہی اور ہے۔ اور ہم جو پیش کرتے ہیں یہ قصہ ہی دوسرا ہے حکیم صاحب کا یہ طرز تقریر ظریف الطبع لوگوں کو یاد رکھنے کے قابل ہے ؎

آں یکے می گفت کہ بدر منیر ٭ از فروغ مہر گشتہ مستنیر

دیگرے گفتش تو دانا نیستی ٭ می نگیرد مہر از مہ روشنی

اب میں حکیم صاحب کو یہ دکھلاؤں کہ ان واقعوں میں تغایر ہے اتحاد نہیں ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مطبع میریہ مصر صفحہ ۲۷۶ جس میں شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد علی بن محمد بن محمد بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ قرطبی سے نقل فرماتے ہیں،[1] و قیل انہ شفع لہما ہذہ المدۃ کما صرح بہ فی حدیث جابر لان الظاہر ان القصۃ واحدۃ وکذا رجح النووی کون القصۃ واحدۃ وفیہ نظر لما اوضحنا من المغایرۃ بینہما یعنی کہا گیا ہے کہ سردار عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اتنی مدت کے لئے ان دونوں قبر والوں کی شفاعت فرمائی تھی اور وہ قبول ہوئی۔ جیساکہ حدیث جابر میں مصرح ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ قصہ واحد ہے اور نووی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے لیکن اس میں نظر ہے۔ یعنی یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ ہم ان دونوں قصوں میں مغائرت ثابت کر چکے ہیں۔ اب ذرا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مطبع عامرہ دار السلطنۃ عثمانیہ جلد اول صفحہ ۸۷۷ ملاحظہ ہو کہ اس میں علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن نصر عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومنہا ان فی متن ہذا الحدیث ثم دعا بجریدۃ

---

[1] حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جس حدیث شریف کا متن یہ ہے کہ سردار عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شاخ منگائی، جب وہ لائی گئی، اُس کے دو ٹکڑے کئے، اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے جس میں دو شاخوں کے لگانے کا ذکر ہے آیا دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ (باقی صفحہ ۸۰ پر)

فکسرها کسرتین یعنی اتی بهما فکسرها وفی حدیث جابر رضی الله تعالیٰ عنه رواه مسلم انه الذی قطع الغصنین فهل هذه قضیة واحدة ام قضیتان الجواب انهما قضیتان و المغائرة بینهما من اوجه الاول ان هذه کانت فی المدینة وکان

(بقیہ صـ ۲۹) مذکور ہے یا ہر ایک میں جدا جدا قصّوں کا بیان ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی قصّہ مذکور نہیں بلکہ یہ دو قصّے ہیں۔ ہر ایک حدیث میں ایک دوسرے قصّہ کا بیان ہے اور ان دونوں قصّوں میں کئی وجہ سے مغائرت ہے اول یہ کہ یہ واقعہ مدینہ منوّرہ کا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ اور حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو مذکور ہے وہ واقعہ سفر کا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تنہا حضور اقدس کے ساتھ تھے، تو اس قصّہ میں حضور کے ساتھ جماعت ثابت ہوئی۔ اور یہاں تنہا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو معلوم ہو گیا کہ قصّہ ایک نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں سرور اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے شاخ کے دو حصّے کرنے کے بعد جایا ہے جیسا کہ اعمش کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو اگلے باب میں آئی ہے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شاخیں اُن دو درختوں سے کاٹیں جن کے ساتھ حضور اقدس نے قضائے حاجت کے وقت یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفیع عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے وہ دونوں شاخیں دائیں بائیں ڈال دیں جہاں حضور اقدس تشریف فرما تھے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی حکمت دریافت کی۔ ارشاد ہوا (باقی صـ ۳۱ پر)

مع النبی صلے الله علیه وسلم جماعة وقضیة جابر کانت فی السفر و کان خرج لحاجة فتبعه جابر وحده الثانی ان فی هذه القضیة انه علیه السلام غرس الجریدة بعد ان شقها نصفین کما فی روایة الاعمش الاٰتیة فی الباب الذی بعده وفی حدیث جابر امر علیه الصلوٰة والسلام جابرا فقطع غصنین من شجرتین کان النبی صلے الله علیه وسلم استتر بهما عند قضاء حاجة ثم امر جابراً فالقی غصنین عن یمینه وعن یساره حیث کان النبی صلے الله علیه وسلم جالسا وعن جابر اساله عن ذالک فقال انی مررت بقبرین یعذبان فاجیبت بشفاعتی ان یرفع عنهما مادام الغصنان رطبین الثالث لم یذکر فی قصه جابر ما کان السبب فی عذابهما الرابع لم یذکر فیه کلمة الترجی فدل ذالک کلها علی انهما قضیتان بل روی ابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة انه صلے الله تعالیٰ علیه وسلم مر بقبر فقال

(بقیہ صـ ۳۰) کہ میں دو قبروں پر گزرا جن کے صاحبوں پر عذاب ہو رہا تھا پس میری شفاعت سے اُن کے لئے رفع عذاب اس وقت تک کے لئے منظور فرمایا گیا جب تک کہ شاخیں تر رہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے قصّہ میں سبب عذاب مذکور نہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کلمہ ترجی مذکور نہیں۔ پس ان وجوہ سے معلوم ہُوا کہ یہ دونوں مختلف واقعہ ہیں بلکہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قبر پر گزرے اور فرمایا کہ میرے پاس دو شاخیں لاؤ پس ایک قبر کے سرہانے ایک پائتیں لگائی گئیں یہ حدیث بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ تیسرا ہے اب اس شخص کا کلام ساقط ہو گیا جس نے یہ دعویٰ کیا کہ واقعہ ایک ہی ہے جیسا کہ نووی اور قرطبی نے اس کی طرف میل کیا ہے ۱۲

اَتُونی بجریدتین فجعل احد ٰیهما عند راسه والاخریٰ عند رجلیه
فهذا الظاهر ٗ یدل علی ان هذه قضیة ثالثة فسقط بهذا کلام
من ادعی ان القضیة واحدة کما مال الیه النووی والقرطبی
علامه احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد الساری شرح صحیح
البخاری مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور کی جلد اول صفحہ ۲۳۵ میں لکھتے ہیں و
فیه نظر لما فی حدیث ابی بکرة عند الامام احمد والطبرانی انه
الذی بالجریدة الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وانه الذی
قطع الغصنین فدل ذالک علی المغایرة ویؤیده ذالک ان قصة
الباب کانت بالمدینة وکان معه علیه الصلوٰة والسلام جماعة وقصة
جابر کانت فی السفر وکان خرج لحاجة فتبعه جابر وحده فظهر
التغایر بین حدیث ابن عباس وحدیث جابر بل فی حدیث ابی
هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه المروی فی صحیح ابن حبان ما یدل علی
الثالثة ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نووی و قرطبی کا واقعہ کو
ایک بتانا مسلم نہیں دونوں واقعوں میں تغایر ہے بلکہ حدیث ابوہریرہ رض جو
صحیح ابن حبان میں مروی ہے تیسرے واقعہ پر دلالت کرتی ہے اب معلوم ہو
گیا کہ حکیم صاحب نے جو شفاعت والی حدیث پیش کی ہے وہ واقعہ ہی دوسرا
ہے جسے اس واقعہ سے بالکل مغایرت ہے جس سے میں نے استدلال کیا ہے
مگر حکیم صاحب کو کیا خبر کہ خصم کیا کہتا ہے اور ہم کیا۔ دونوں حدیثوں کے لفظ
جو بعضے قریب قریب دیکھے تو خوش ہوکر وہ حدیث اپنی اثبات مدعا میں لکھ
ڈالی۔ مگر ع فرق را کے بیند آں استیزہ جو۔ سبحان اللہ آفریں اس علم و
لیاقت پر کہاں کا جوڑ کہاں لگایا ہے۔ لوگو مرے مجنوں کو کوئی چرخ پہ ڈھونڈو

شیریں کی یہ فریاد تھی کلکتہ میں سب سے اگر اسی مبلغ علم اور اسی خوش لیاقتی
اور عالی فہمی پر فتوے نویسی کی ہمت ہے تو دیکھئے کیا کیا گل کھلتے ہیں ؁
فائدہ۔ حکیم صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسم مبارک
کے ساتھ (رضہ) اور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ
(صلعم) لکھ دیا ہے۔ یہ دونوں صلوۃ و ترضی کی رمزیں ہیں۔ حکیم صاحب نے
اتنی طویل تحریر تو لکھ ڈالی۔ کیا انہیں دو چار لفظوں میں اختصار کی ضرورت
تھی مگر حقیقت میں جناب کو معلوم نہیں کہ یہ حرکت مذموم ملاحظہ ہو کہ امام
نووی قدس اللہ تعالیٰ روحہ مقدمہ شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۳ سطر ۶ میں فرماتے
ہیں یستحب لکاتب الحدیث اذا مر بذکر اللہ عز وجل ان یکتب
عز وجل او تعالیٰ او سبحانه وتعالیٰ او تبارک وتعالیٰ او جل ذکره
او تبارک اسمه او جلت عظمته او ما اشبه ذالک وکذالک یکتب
عند ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بکمالها لا رامزا الیها
ولا مقتصرا علی احدهما وکذالک یکتب عند ذکر نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیه وسلم بکمالها لا رامزا الیها ولا مقتصرا علی احدهما
وکذالک یقول فی الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنه فان کان صحابیا
ابن صحابی قال رضی اللہ عنهما وکذالک یترضی ویترحم علی سائر
العلماء والاخیار ویکتب کل هذه وان لم یکن مکتوبا فی الاصل
الذی ینقل منه فان هذا لیس روایة وانما هو دعاء ینبغی
للقاری ان یقرأ کل ما ذکرناه وان لم یکن مذکورا فی الاصل
الذی یقرأ منه ولا یسام من تکرر ذالک ومن غفل هذا حرم
خیرا عظیما وفوت فضلا جسیما یعنی کاتب حدیث کے لئے مستحب

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک لکھے تو اس کے ساتھ عزوجل وتبارک تعالیٰ
یا جل ذکرہٗ یا تبارک اسمہٗ یا جلت عظمتہ یا اس کی مثل اور کلمے لکھے اور
ایسے ہی نبی کریم (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نام پاک کے ساتھ پورا
(صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) لکھے۔ اور دونوں کے رمزیں یعنی تعہ، صلعم
؂ نہ لکھے۔ اور صلوٰۃ وسلام میں سے ایک ہی پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ دونوں
کو لائے۔ اور اگر صحابی کا ذکر آئے تو (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) لکھے اور پورا
پورا لکھے اگرچہ اصل منقول عنہ میں نہ لکھا ہو کیونکہ یہ روایت نہیں بلکہ
دعاء ہے اور پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ اس تمام کو پڑھے جس کا ہم نے
ذکر کیا۔ اگرچہ اس اصل میں مذکور نہ ہو جس کو پڑھتا ہے اور اس کی تکرار
سے ملال نہ کرے۔ اور جو اس سے غافل رہے وہ خیر عظیم اور بڑے فضل
سے محروم رہا۔ اب ذرا طحطاوی شرح در المختار بھی ملاحظہ ہو کہ اس میں
ہے ویکرہ الرمز بالصلوٰۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذالک کلہ
بکمالہ وفی بعض المواضع من التاتارخانیۃ من کتب علیہ السلام
بھمزۃ ومیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک
اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور (رضی اللہ
تعالےٰ عنہ) کے رمز لکھنا مکروہ ہے ان میں سے ہر ایک کو بکمالہ پورا پورا
لکھنا چاہیئے۔ اور تاتارخانیہ کے بعض مواضع میں ہی کہ جس کسی نے علیہ
السلام ہمزہ اور میم کے ساتھ لکھا کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ تخفیف
ہے اور انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ استخفاف کے شک
کفر ہے (حکیم صاحب) اور امام ابو ذکریا محی الدین نووی نے حدیث
ابن عباس رضہ کے تحت میں لکھا ہے اما وضعہ صلعم علی القبر فقال

العلماء ھو محمول علی انہ سال الشفاعۃ لھما فاجیبت شفاعتہ
بالتخفیف عنھما الی ان ییبسا انتھیٰ بلفظہ
جواب مجھے نہایت افسوس ہے کہ حکیم صاحب کا ہر قول نقل کرنے
کے بعد یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات دیانت کے خلاف کی ہے۔ تعجب ہے کہ
حکیم صاحب نے پیش خویش محدّث اور عالم ہو کر ذرا لحاظ اور پاس دیانت
کا نہ فرمایا۔ اس عبارت پر آنجناب نے ؂ کا ہندسہ لگایا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ چوتھی عبارت ہے اور حال یہ ہے کہ اسی عبارت کو اول ؂
ایک کا ہندسہ لگا کر بحوالہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرما چکے ہیں صرف
عبارتوں کے عدد بڑھانے کے لئے حکیم صاحب نے کئی عبارتیں پیش کی ہیں
(اللہ رے دیانت) اب ذرا اس عبارت کو اصل کتاب منقول عنہ سے تو ملا
دیکھیں کہ حکیم صاحب نے عبارت کتاب کی بلا کم وکاست تحریر فرمائی ہے
یا حسب عادت کچھ تصرف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم شریف مطبوعہ
نولکشور صفحہ ۱۴۱ واما وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم الجریدتین علی
القبر فقال العلماء ھو محمول علے انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سال الشفاعۃ لھما فاجیبت شفاعۃ صلے اللہ علیہ وسلم بالتخفیف
الی ان ییبسا یہ عبارت شرح مسلم امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر
آپ چاہیں ملاحظہ فرمالیں۔ میں اصل کتاب کے صفحہ کا نشان دے چکا
ہوں۔ اس اصل عبارت میں اور حکیم صاحب کی پیش کردہ عبارت میں
اتنا فرق ہے کہ نووی میں تو وضعہ کے بعد پورا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
لکھا ہے اور حکیم صاحب نے وہی اپنا اَلَم عَلَم مہمل لفظ (صلعم) لکھا۔ امام
نووی نے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد الجریدتین بھی لکھا ہے۔

حکیم[۳] صاحب نے یہ لفظ ہی چھوڑ دیا اور معنی کی طرف التفات نہ فرمایا نووی میں محمول علے انہ کے بعد صلے اللہ علیہ وسلم بھی لکھا ہے۔ حکیم صاحب نے یہ بھی چھوڑ دیا۔ نووی کی عبارت نمبر ۲ جو اوپر نقل ہوئی۔ اور اس میں امام نووی محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اگر منقول عنہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ درود یعنی لفظ (صلے اللہ علیہ وسلم) نہ لکھا نہ ہو تو بھی لکھ دینا چاہیئے۔ ہمارے محدّث جناب حکیم صاحب کا عمل برعکس ہے یعنی درود لکھا ہو جب بھی چھوڑ دیجئے۔ سبحان اللہ۔ شفاعتہ کے بعد بھی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) لکھا وہ بھی حکیم صاحب نے نہ لکھا۔ غرضکہ اتنی سی عبارت میں حکیم صاحب نے چار تصرف کیئے۔ ایک جگہ تو (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رمز لکھی، اور دو جگہ سے درود ہی اُڑا گئے اور ایک جگہ جرید تین کا لفظ نیست و نابود کر دیا۔ حکیم صاحب جرید تین سے تو گھبراتے ہی ہیں نہ معلوم کہ درود شریف لکھتے ہوئے کیوں ہاتھ دکھتے ہیں۔ اب یہ ملاحظہ فرمایئے کہ حکیم صاحب نے نووی رحمہ اللہ تعالےٰ سے ایک قول تو نقل کر دیا۔ مگر کہیں کوئی عبارت اپنے خلاف مدعا چھوڑ تو نہیں گئے، تو چھوڑ کیوں نہ جاتے، خلاف عادت کیسے کرتے، اگر لکھ دیتے تو کیا مخالف کا مدعا ثابت کرتے۔ اسی صفحہ میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں وقیل لکونہما یسبحان ما داما رطبین

لہ یعنی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبروں پر تر شاخیں جمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب تک تر رہتی ہیں تسبیح کرتی ہیں اور خشک کے لئے تسبیح ثابت نہیں اور یہی کثیر یا اکثر مفسرین کا مذہب ہے آیۂ وان من شئ الا یسبح بحمدہ کی تفسیر میں ۱۲

ولیس للیابس تسبیح وھذا مذھب کثیرین او الاکثیرین من المفسرین فی قولہ تعالیٰ وان من شئ الا یسبح بحمدہ اور اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے واستحب العلماء قرأۃ القرآن عند القبر لھذا الحدیث لانہ اذا کان یرجی التخفیف لتسبیح الجرید فتلاوۃ القرآن اولیٰ یعنی علماء نے قبر کے نزدیک قرآن شریف کا پڑھنا اسی حدیث کی وجہ سے مستحب کیا ہے کیونکہ جب تر شاخوں کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن پاک کی تلاوت سے بطریق اولیٰ ہوگی۔ اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطابی کے قول کی تردید کی ہے جس سے حکیم صاحب نے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ وہ عنقریب نقل کیا جائے گا۔ رہا وہ شفاعت والا احتمال جس کی تائید حکیم صاحب امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے کیا چاہتے ہیں۔ اس کا ابطال فتح الباری وغیرہ سے اوپر توضاحت کیا گیا حاجت اعادہ نہیں (حکیم صاحب) اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے واما حدیث جابر فی صاحبی القبرین فاجیبت بشفاعتی ان یرفہ ذالک عنہما مادام الغصنان رطبین

جواب اول تو حکیم صاحب مسلم شریف میں یہ عبارت نکال دیں انشاء اللہ العزیز تاقیامت یہ عبارت تو حکیم صاحب کو مسلم شریف میں نہ ملے گی حکیم صاحب بتا رہے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے آخر کتاب میں لکھا ہے میں عرض کرتا ہوں کہ حکیم صاحب تمام کتاب میں تو کہیں یہ عبارت دکھائیں نہایت شرم کی بات ہے کہ کوئی عالموں میں دم بھرے اور ایسے غلط حوالے دے، ایک عبارت لکھ جائے اور جس کتاب میں بتائے اُس میں موجود نہ ہو، پھر قطع نظر اس سے بالفرض اگر یہ عبارت کسی کتاب میں ہوتی

بھی تو حکیم صاحب کو کیا مفید تھی اور خصم پر اس سے کیا حجت ہو سکتی تھی، البتہ آپ کا مبلغ علم معلوم ہو گیا، **وہابی صاحبو!** اپنے علماء کے علم و لیاقت صدق و دیانت کو تو دیکھو کہ یہ عبارت صرف عدد بڑھانے کے لئے لکھ دی تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ عبارتیں تو بہت لکھی ہیں۔ مگر یہ نہ خبر تھی کہ خصم کب چھوڑنے والا ہے، یہ رازِ نہاں کب چھپنے والا ہے۔ آخر پر یہ قصہ کھلے گا کہ یہ عبارت جو حکیم صاحب نے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہے فی الحقیقت بامام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے، اور کہاں کی اسی عبارت کے بعد کی جس پر حکیم صاحب نے چار کا ہندسہ لگا کر امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔ اور پہلے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کو ایک کا ہندسہ لگا کر نقل کر گئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی شرح نووی کا صفحہ ۱۴۱ ملاحظہ ہو کہ یہ عبارت امام نووی رحمہ اللہ تعالےٰ کی اس عبارت کے متصل موجود ہے ایک سطر کا بھی تو فصل نہیں ع آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو۔ اگر حکیم صاحب اس عبارت کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالےٰ کی نہ بتلاتے اور سچ بول دیتے، تو اسے دوسری عبارت کون لکھتا اور عبارتوں کے عدد کیسے بڑھتے، پھر اس عبارت میں بھی کچھ نہ کچھ ایجاد بندہ ضرور ہے۔ وہ یہ کہ نووی کی عبارت میں اما نہیں، آپ نے اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ (نووی کی عبارت میں) **مادام القضیبان** ہے آپ نے **مادام الغصنان** لکھا۔ پھر کمال یہ کہ نمبر ۳ کے ہندسہ کے نیچے مسلم شریف سے اسی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی جملہ خود نقل بھی کر چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھ دیا، کہ مسلم شریف میں ہے، اور لفظ ایسے اپنی طرف سے ایجاد کر دیئے جن کا مسلم شریف میں پتہ نہ نشان (حکیم صاحب) ملے اس کے بعد توربشتی اور

ابن ملک رحمۃ اللہ علیہما شارحانِ مصابیح اور ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ کے مدخل کی عبارتیں پیش کی ہیں، چونکہ شروح توربشتی اور ابن ملک سر دست میرے پاس موجود نہیں، اور حکیم صاحب نے کتابیں نہیں دیں باوجودیکہ وہ تصحیح نقل کے ذمہ دار تھے اس واسطے میں یہ نہیں کہ سکتا کہ اصل کتابوں میں بھی عبارتیں ایسی ہی ہیں جیسی حکیم صاحب نے نقل کی ہیں یا حکیم صاحب نے کوئی تغیر و تبدل کیا ہے۔ گذشتہ عبارتیں دیکھ کر حکیم صاحب کی دیانت کا تو اندازہ ہو ہی گیا ہے۔ کہ ایک عبارت بھی دیانت سے نقل نہ کی۔ قطع نظر اس سے حکیم صاحب کی ان عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ تخفیف عذاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک کی برکت یا دعا سے ہوئی جریدہ کو اس میں دخل نہیں **جواب** یہ ہے کہ آپ یہ عبارتیں پیش ہی نہیں کر سکتے تھے جبکہ میں شامی کی عبارت نقل کر چکا تھا جس کو اب پھر لکھتا ہوں رد المحتار شرح در المختار مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۶۶ میں ہے تتمہ یکرہ ایضاً قطع النبات والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت بہ وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ ونحوہ فی الخانیۃ اقول ودلیلہ ماورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الجریدۃ الخضراء بعد شقہا نصفین علی القبرین الذین یعذبان وتعلیلہ بالتخفیف عنہما مالم ییبسا ای یخفف عنہما برکۃ تسبیحہما اذ ہو اکمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر من نوع حیاۃ وعلیہ فکراہۃ قطع ذالک وان نبت بنفسہ ولم یملک لان فیہ تفویت حق المیت ویوخذ من ذالک ومن الحدیث ندب وضع ذالک

للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاس و نحوہ وصرح بذالک ایضاً جماعۃ من الشافعیۃ و ھذا اولی مما قالہ بعض المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ ید الشریفۃ صلے اللہ علیہ وسلم اودعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری ان بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوگیا کہ آنحضرت سراپا رحمت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت دست مبارک اور دعا پر محمول کرنے سے تسبیح جریدہ پر محمول کرنا اولیٰ ہے شافعیوں کی ایک جماعت بھی اسی طرف ہے جب کتب کی تصریح یہ ہے علی الخصوص خانیہ جس کے مصنف امام تحیۃ النفس فخر الدین اوزجندی ہیں جن کی نسبت ائمہ وعلماء نے تصریح فرمائی کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ نفس اجتہادی رکھتے ہیں تو ان کے مقابل بعض مالکیہ یا متاخرین حنفیہ کی شروح حدیث پیش کرنا فقاہت سے بالکل بعید ہے، علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ کتب فقہ شروح حدیث پر مقدم ہیں کما فی رد المحتار وغیرہ ۔ مدخل ابن الحاج کا جواب بھی اس میں آگیا اس کا حاصل بھی یہی ہے ۔ علاوہ بریں امام ابن الحاج مالکی المذہب ہیں انھوں نے اپنے اصول پر عمل کیا کہ قول وفعل صحابی حجت نہیں حکیم صاحب حنفی ہیں اور حنفیہ کے اصول میں قول وفعل صحابی بھی حجت شرعیہ ہے یہ اس سے کیونکر عدول کرتے اور جابجا مالکیہ شافعیہ کا دامن پکڑتے ہیں ۔ پھر مدخل میں فعل بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب کہ اور صحابہ نے نہ کیا، اگر وہ عموم سمجھتے تو سب کرتے بغایت عجیب ہے مستحب کے لئے کس نے لازم کیا سب جا لاجماع اس پہ عامل رہے ہوں ۔ بعض کا قول اور باقی

کا عدم انکار بلاشبہ کافی ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ارشاد ہوا ہے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو راہ پاؤ گے یا یہ فرمایا کہ جب تک سب صحابہ بالاتفاق کسی فعل کے عامل نہ ہوں، اتباع نہ کرو ۔ اس فعل نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب کو اطلاع کہاں ثابت، اور جن بعض کو اطلاع ہے ان میں دو کا فعل ثابت ہے اور بعض سے منقول نہیں، تو عدم نقل نقل عدم نہیں نہ ترک مستحب مفید عدم استحباب، پھر ابن حاج کی مستند بھی یہاں وہی عبارت خطابی ہے جس کا جواب بارہا گزر چکا ۔ طرفہ یہ کہ اسی مدخل میں خود عبارت خطابی سے منقول کہ والعامۃ فی کثیر من البلد ان تغرس الخواص فی قبور موتاھم یعنی بکثرت شہروں میں عام اہل اسلام اپنے اموات کی قبروں میں برگ خرما گاڑھتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت مسلمانوں میں قرناً فقرناً جاری رہی خطابی کی وفات سنہ ۳۸۸ھ میں ہے ۔ (**حکیم صاحب**) اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے ولیس فی الجریدۃ معنی یخصہ و انما ذالک ببرکتہ یدہ انتھی (**جواب**) ہاں جناب حکیم صاحب یہ عبارت تو مجمع البحار میں ہے مگر بقول شخصے کہ ؎

لا تقربوا الصلوٰۃ زنیست بخاطرست ۔ واز امر یاد کلوا واشربوا تما

سبحان اللہ خوب عبارت نقل کی، آدھی تو لکھ گئے اور مخالف مدعا باقی چھوڑ گئے ۔ اب ذرا مجمع البحار جلد سوم مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۴۹۸ میں ملاحظہ ہو ولیس فی الجریدۃ معنی یخصہ وانما ذالک ببرکتہ یدہ ولذا انکر الخطابی وضع الناس الجریدۃ ونحوہ علے القبر وقیل الرطب یسبح فتخفیف ببرکتہ فیطرد ہ فی کل الریاحین والبقول لقولہ

وان من شیٔ ای حی وحیٰوۃ کل شیٔ بحسبہ. مطلب یہ ہے کہ جریدہ میں کوئی معنے ایسے نہیں جو اُس کو خاص کریں اور یہ تخفیف تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی اور اسی واسطے خطابی نے لوگوں کے جریدہ وغیرہ کے قبر پہ ڈالنے کا انکار کیا، اور کہا گیا ہے کہ تر یعنی شاخ سبز تسبیح کرتی ہے. اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے. پس یہ حکیم تمام پھولوں اور سبزیوں میں عام ہو جائیگا چونکہ قرآن پاک میں آچکا ہے کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز سے ہر زندہ چیز مراد ہے اور ہر شے کی زندگی اُسی کے لائق ہوتی ہے. نباتات کی زندگی اُس وقت تک کہ خشک نہ ہو جائیں. حکیم صاحب نے عبارت کا یہ اخیر حصّہ تو چھوڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا باعث تسبیح جریدہ ہے عبارت میں قبروں پہ پھول وغیرہ ڈالنے کا صاف جواز مذکور ہے اور پہلا حِصّہ خطابی کا مذہب لکھ ڈالا جس کو اکابر علماء نے رد کیا ہے. ہاں حکیم صاحب فرمائیں گے کہ اُس میں یہ قول بلفظ قیل ہے. جی تو یہ عبارت بہ رمز کرمانی یا قسطلانی شافعی کی ہے. مگر اس سے پہلے کی عبارت مجمع البحار میں تھی. جس میں اس قیل کو مذہب محققین سے موئد کیا تھا. حکیم صاحب اُسے بھی اُڑا گئے. مجمع البحار میں بعد ذکر احتمال شفاعت کے لکھتے ہیں وقیل لکونہما یسبحان مادام رطبین لقولہ تعالیٰ وان من شیٔ الا یسبح ای شیٔ حی وحیوۃ الخشب مالم ییبس و الحجر مالم یقطع والمحققون علے تعمیم الشیٔ وتسبیحہ دلالۃ علے الصانع واستحبوا قرأۃ القرآن عند القبر لانہ اذا خفف بہ بتسبیحہ فتلاوۃ القرآن اولیٰ یعنی کہا گیا ہے کہ تخفیف عذاب

کا باعث یہ ہے کہ وہ شاخیں جب تک تر رہیں گی تسبیح کریں گی. چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شے نہیں مگر وہ تسبیح کرتی ہے اور لکڑی کی زندگی جب تک ہے کہ خشک نہ ہو، اور پتھر کی جب تک قطع نہ کیا جاوے اور محققین کے نزدیک شے عام ہے اور اُس کی تسبیح صانع پر دلالت کرتا ہے، اور قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا علماء نے مستحب کیا ہے کیونکہ جب تسبیح جریدہ سے تخفیف حاصل ہوتی ہے تو قرآن پاک کی تلاوت اور بھی اولیٰ ہے.

حکیم صاحب نے اوّل و آخر چھوڑ کر صرف بیچ کا جملہ پکڑ لیا؛

ہر چند کہ خطابی کے قول کا نامقبول ہونا بیان ہو چکا، مگر مزید اطمینان کے لئے اور بھی ملاحظہ فرمائیے. علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ جو اپنے زمانہ کے فرد ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۴۷ میں فرماتے ہیں[۱۶] والشیخ مشائخنا السیوطی ھو الذی احیا علم التفسیر الماثور فی الدر المنثور وجمع جمیع الاحادیث المتفرقۃ فی جامعہ المشہور وما ترک فنا الا ولہ فیہ متن او شرح مسطور بل ولہ زیادات ومخترعات یستحق ان یکون ھو المجدد فی القرآن المذکور کما ادعاہ وھو فی دعواہ مقبول ومشکور ھذا ھو الاظہر عندی واللہ اعلم یعنی ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے علم تفسیر کو در منثور میں زندہ کیا اور جمیع احادیث متفرقہ کو اپنی مشہور جامع میں جمع فرمایا، کوئی فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ لکھی ہو بلکہ اُن کی زیادات ومخترعات بھی ہیں وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہونے کے مستحق ہیں جیسا کہ اُنھوں نے دعویٰ کیا ہے. اور وہ اپنے دعوے میں مقبول ومشکور ہیں، یہ مجدد سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ

زہر الربی علی المجتبیٰ یعنی شرح نسائی شریف مطبوعہ مطبع نظامی صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں وقد استنکر الخطابی ومن تبعہ وضع الناس الجرید ونحوہ فی القبر عملا بھذا الحدیث قال الطرطوسی لان ذالک خاص ببرکتہ یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال الحافظ ابن حجر لیس فی السیاق مایقطع بانہ باشر الوضع بیدہ الکریمۃ بل یحتمل ان یکون امر بہ وقد تاسی بریدۃ ابن الحصیب الصحابی بذالک فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان وھو اولیٰ بان یتبع من غیرہ انتھی قلت واثر بریدۃ یخرج فی طبقات ابن سعد وقد اوردتہ فی کتاب شرح الصدور مع اثر اخر عن ابی برزۃ الاسلمی مخرج فی تاریخ ابن عساکر وقد رد النووی استنکار الخطابی وقال لاوجہ لہ خلاصہ یہ ہے کہ خطابی اور ان کے متبعین نے لوگوں کی قبروں پر تر شاخیں وغیرہ رکھنے کا انکار کیا ہے طرطوسی نے کہا اس لئے کہ یہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص ہے، حافظ ابن حجر نے کہا کہ حدیث کا سیاق بھی یقین نہیں دلاتا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک ہی سے شاخیں جمائی ہوں، بلکہ یہ احتمال ہے کہ کسی کو یہ حکم فرمادیا ہو اسی لحاظ سے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ اُن کی قبر پر دو شاخیں رکھی جاویں اور غیروں کا اتباع کرنے سے اُن کا اتباع مناسب تر ہے (مجدد سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ بریدہ کا اثر طبقات ابن سعد میں تخریج کیا گیا ہے اور میں نے کتاب شرح الصدور میں مع ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے اثر کے

اُس کو وارد کیا ہے اور نووی نے خطابی کے انکار کو رد کیا اور کہا کہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں. پھر نووی شرح مسلم صفحہ ۱۴۱ جلد اول مطبوعہ مطبع مجتبائی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں وقد[18] انکر الخطابی مایفعلہ الناس علی القبور من الاخواص ونحوھا متعلقین بھذا الحدیث وقال لا اصل لہ فلا وجہ لہ یعنی خطابی نے لوگوں کی قبروں پر تر شاخیں وغیرہ ڈالنے کا انکار کیا اور لا اصل لہ کہا، واقع میں اس لا اصل لہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، سبحان اللہ خطابی کے انکار کی تو حقیقت کھل گئی اور یہی خطابی منکرین کے اور بالخصوص ہمارے حکیم صاحب کے بڑے مستند تھے، لیکن یہاں چند باتیں اور بھی قابل لحاظ ہیں اولاً امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں انہیں خطابی سے نقل کیا ہے کہ ان کو سوکھی شاخ رکھنے سے انکار ہے یا شاخ خرما کی خصوصیت سے کہ یہاں تر چیز ہونی چاہئے کچھ ہو عبارت یہ ہے ومنھا[19] قیل ھل الجرید معنی یخصہ فی الغرز علی القبر لتخفیف العذاب الجواب انہ لا لمعنی یخصہ بل المقصود ان یکون فیہ رطوبۃ من ای شجر کان ولھذا انکر الخطابی ومن تبعہ وضع الیا لیس الجرید یعنی کھجور کی شاخ میں کیا خصوصیت ہے جو قبروں پر ہی گاڑھی جاوے. اس کا جواب یہ ہے کہ کھجور کی شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں مقصود تو تر سے ہے خواہ کسی درخت کی ہو، اور اسی وجہ سے خطابی اور اُن کے متبعین نے قبر پہ کھجور کی خشک شاخ ڈالنے کا انکار کیا ہے ثانیاً یہی خطابی تسلیم کرتے ہیں کہ درخت کی تسبیح سے میت کے لئے تخفیف کی امید ہے. اور عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۸۷۵ میں ہے قال[20] الخطابی فیہ دلیل علی استحباب تلاوۃ الکتاب العزیز علی

القبور لانه اذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن العظيم اعظم رجاء و بركة یعنی خطابی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے کہ قبروں پہ قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح میں میت سے تخفیف عذاب کی امید ہوئی تو قرآن عظیم کی تلاوت میں تو امید و برکت عظیم تر ہے، امام خطابی کا یہ قول بعینہ ہمارے مذہب کی تسلیم ہے ثالثاً لطیف تر یہ کہ امام خطابی صراحۃً اسی قول کو علمائے کرام کا قول بتاتے ہیں. علامہ حافظ مجدد جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے شرح الصدور بشرح احوال الموتی فی القبور مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کا صفحہ ۲۱ ملاحظہ ہو کہ اس میں ہے قال[۲۱] الخطابی هذا عند اهل العلم محمول على ان الاشياء ما دامت على خلقتها او خضرتها وطرأوتها فانها تسبح حتى تجف رطوبتها او تحول خضرتها او تقطع عن اصلها یعنی خطابی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک یہ اس پہ محمول ہے کہ جب تک اشیاء اپنی خلقتی حالت یا سر سبزی و شادابی پر رہیں تسبیح کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ان کی رطوبت خشک ہو جائے اور سر سبزی جاتی رہے یا وہ اپنی اصل سے قطع کی جاویں. اب کم از کم اتنا ہے کہ خطابی کا قول خود مضطرب ہے اور مضطرب قول قابل استناد نہیں ہو سکتا. حکیم صاحب کے بڑے ماوا و ملجا یہی خطابی تھے ان کا حال معلوم ہو گیا کہ یہ خود ہمارے موافق تصریح کرتے اور اسی کو علمائے کرام سے نقل فرماتے ہیں، اور بالفرض اگر خطابی شافعی منکر ہوتے، تو بھی حکیم صاحب کو اُن کے قول کے مقابلہ میں حدیث شریف و تصریحات و فقہ حنفی چھوڑتے شرم آنا چاہیئے بالخصوص جبکہ علماء اس کو رد بھی کر چکے ہوں. جب حدیث

شریف سے صراحتاً ثابت کہ خود سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تر شاخیں قبروں پہ جمائیں اور صحابہ کرام نے انکا اتباع کیا قرناً فقرناً عام مسلمانوں میں رائج رہا علمائے حنفیہ نے اُسے مستحب کہا، پھر اس امر میں گفتگو کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں شافعی یا مالکی نے انکار کیا ہے کیا معنے؟ آپ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے فعل شریف کا اتباع کیجئے، اپنی فقہ حنفی کی پیروی کیجئے، ہاں جب فعل در کنار دل میں خود فعل اقدس کی قدر نہ ہو تو آدمی مجبور ہے ﴿ رہا آپ کا یہ عذر کہ یہ فعل حضور یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ خاص تھا قابل تسلیم نہیں، اگر حکیم صاحب کو علم اصول سے کچھ بھی تعلق ہوتا تو یہ نہ فرماتے کیونکہ زید، عمرو بکر کا کسی فعل کو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مختص کہدینا دلیل خصوصیت نہیں. جب تک کہ اس کی تخصیص آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دلائل شرعیہ سے نہ ثابت ہو، ہنوز جناب کو اتنی خبر نہیں کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال شرعیہ کا ادنٰی مرتبہ اباحت ہے. جب ہی تو بے دھڑک شاخیں جمانے کو مکروہ تحریمی بتا دیا. ملاحظہ ہو حسامی اُس میں ہے وما[۲۲] لم يعلم على اى جهة فعله قلنا فعله على ادنى منازل افعاله وهو الاباحة لان الاتباع اصل فوجب التمسك به حتى يقوم دليل الخصوصية اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جب یہ نہ معلوم ہو سکے کہ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کس جہت پہ کیا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور کا فعل کم از کم حضور کے افعال شریفہ کے ادنیٰ منازل پہ ہوگا اور کم سے کم مرتبہ آں سرور والاجاہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے افعال شریفہ کا اباحت ہے. تو جب تک دلیل خصوصیت قائم نہ ہو حضور کے افعال

شریفہ کے ساتھ تمسک واجب ہوگا کیونکہ حضور کا اتباع لازم ہے ہم تو حضور ہی کو مقتدا جانتے ہیں اور حضور ہی کے افعال شریفہ کا اتباع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی التجا کرتے ہیں کہ ہمیں تادم اخیر ہمارے آقا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا اتباع نصیب فرمادے اور انہیں کے متبعین میں ہمارا حشر کرے آمین مگر حکیم صاحب حدیث دیکھتے ہوئے زید عمرو بکر کے اقوال تلاش کرتے پھرتے ہیں کبھی مفید المومنین اٹھالاتے ہیں کبھی مولوی اسحٰق دہلوی کی مأتہ مسائل کا سبق سناتے ہیں، اے حکیم صاحب یہ کچھ کام نہ آئے گا رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع کیجئے، حکیم صاحب نے مجمع البحار کی عبارت کے بعد عینی کی عبارت نقل کی ہے اس کا حال یہ ہے کہ عینی کی عبارت کے اتنے بڑے ٹکڑے کا مضمون تو وہی ہے جو مجمع البحار کی عبارت کا تھا مگر میں علامہ عینی کی عبارت نقل کرچکا ہوں جس کو حکیم صاحب حسب عادت اُڑا گئے، اور مزید براں اور بھی سنئے، تاکہ واضح کہ حکیم صاحب علما کرام کے کلام میں کس قدر کتر واکتر واتھو پہ عمل کرتے ہیں اور عوام کو یوں دھوکہ دیں کہ ہم تو اُن کے کلام سے سند لاتے ہیں (عینی جلد اول صفحہ ۸۷۴) واهل التحقيق على انه يسبح واذا كان العقل لايحيل جعل التميز فيها وجاء النص وجب المصير اليه واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر بهذا الحديث لانه اذا كان يرجى التخفيف بتسبيح الجريد فتلاوة القرآن اولى فان قلت ما الحكمة فى كونهما مادامارطبين يمنعان العذاب بعد دعوى العموم فى تسبيح كل شئ قلت يمكن ان يكون معرفة هذا كمعرفة عدد الزبانية فانه تعالىٰ هو المختص بها۔

(حکیم صاحب) سوائے[1] آنحضرت صلعم کے سلف صالحین و ائمہ

[1] حکیم صاحب نے اپنے اس قول کی بنا پر مولوی اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان (باقی صفحہ ۴۹ پر)

مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ اُن کا بھی یہ معمول تھا۔

جواب: سبحان اللہ حکیم صاحب کے لئے آں سرور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں، اگر اور لوگوں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے (مترجم) (حکیم صاحب) اور جو کہ حضرت بریدہ رضہ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاخہائے تر کا قبور پہ ڈالنا تمہارے جائز ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے

جواب: ہاں جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونا آپ نے کافی نہ سمجھا تو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کیوں ماننے لگے ہو وہ تو صحابی ہیں، مگر یہ بھی تو فرما چکے ہو کہ سلف صالحین سے ثابت ہوگا تو تسلیم کر لیں گے، کیا آپ نے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلف صالحین میں بھی شمار نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک ان کا پایہ مولوی اسحاق دہلوی سے بھی کچھ کم ہے جو اُن کا قول تو تسلیم کر لیا اور اُن کی روایت تسلیم نہیں کرتے (ہائے

(بقیہ صفحہ ۴۸) کے نزدیک مشرک ٹھہرتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا سلف صالحین و ائمہ مجتہدین کے سند چاہتے ہیں اور صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک یہ شرک ہے۔ چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی یا غوث وقطب یا مولوی یا باپ دادوں کی یا کسی بادشاہ وزیر کی یا پادری یا پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ ورسم رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیت وحدیث کے مقابل میں اپنے پیر واستاذ کے قول پند پکڑے (مجھ سے حکیم صاحب نے حدیث کے مقابل مولوی اسحاق کے قول کی سند پکڑی تم یا خود پیغمبر ہی کو کیوں نہ سمجھے کہ شرع انہی کا حکم ہے ان کا بھی جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہدیتے تھے اور یہی بات ان کی امت پر لازم ہوجاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے ۱۲

ایمان - حیا) ۔ (حکیم صاحب (علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے)
واما ماہو من ایصاء بریدۃ فاجاب منہ القسطلانی کان بریدۃ حمل
الحدیث علی عمومہ ولم یرہ خاصا ولکن الظاہر من تصرف المؤلف
ان ذالک خاص المنفعۃ بما فعلہ علیہ السلام ببرکتہ الخاصۃ بہ وان الذی
ینفع اصحاب القبور انما ہو الاعمال الصالحۃ فلذالک عقب بقولہ
ورای ابن عمر فسطاطا انتہی یعنی وصیت حضرت بریدۃ کی جو گذری،
اُس کا جواب قسطلانی نے یوں دیا ہے کہ حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اس حدیث کو محمول عموم پر کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث
خاص ہے لیکن ظاہر تصرف مولف سے یہ بات ہے کہ یہ منفعت خاصہ آپ کے
فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور جو نفع یاب ہوتے ہیں وہ عمل
صالح سے ہوتے ہیں، اسی واسطے علامہ قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے اور کہا
ہے کہ ابن عمر نے اس کو خرگاہ جانا ہے انتہی بلفظہ **جواب** اولاً علاوہ کشف
وکرامات در فن تاریخ ہم کمالے دارند کہاں امام عینی اور کہاں عسقلانی سے
نقل۔ یہ عبارت جسے حکیم صاحب عینی میں قسطلانی سے منقول بتاتے ہیں
یعنی کان بریدۃ حمل علی عمومہ الخ ضرور قسطلانی کی عبارت ہے مگر حکیم
جی کو خبر نہیں کہ امام عینی ان قسطلانی کے استاذ الاستاذ کے رتبہ میں ہیں۔
قسطلانی سخاوی کے شاگرد ہیں اور سخاوی عسقلانی کے اور عسقلانی و
عینی دونوں ہم عصر اور ہم شہر ہیں، قسطلانی میں صدہا جگہ عینی سے نقول ہیں
نہ کہ عینی ہمیشگی قسطلانی سے نقل کرنے بیٹھیں، امام عینی کی وفات ۸۵۵ھ
میں ہے، اور قسطلانی کی وفات ۶۸ سال بعد ۹۲۳ھ میں، خود قسطلانی
اپنی شرح کے شروع میں بخاری کے نمبر شمار میں لکھتے ہیں ۲۴ شارحۃ العلامۃ

بدر الدین العینی الحنفی فی عشرۃ اجزاء وازید وسماہ عمدۃ
القاری شرع فی تالیفہ فی اواخر رجب سنۃ ۸۲۱ھ وفرغ منہ خامس
جمادی الاولیٰ سنۃ ۸۴۷ھ حکیم صاحب اگر اپنی منقول عبارت عینی میں دکھلا
دیں تو ہم تین پائی کا ایک ڈبل اُن کے عطار کو عطا کریں گے اور حکیم جی
کی ایک چہارم الگ۔ ثانیاً اہل علم قسطلانی کی عبارت اور حکیم صاحب کے
ترجمہ کو ملاحظہ فرماکر حکیم صاحب کو اُن کی لیاقت داد دیں۔
(حکیم صاحب) فلذالک عقبہ ورای ابن عمر فسطاطا کا ترجمہ کرتے
ہیں اس واسطے علامہ قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے (کیا خوب) اور کہا
ہے کہ ابن عمر نے اس کو (کسی کو قبر پر شاخیں ڈالنے کو یا اور کسی چیز کو یا حکیم
صاحب کو) جو خرگاہ جانا ہے (سبحان اللہ) کیا مطلب۔ حکیم صاحب کیا فرما
رہے ہو، کیا آپ کے وہم میں ابن عمر قبر پر شاخیں ڈالنے کو خرگاہ سمجھ گئے۔
لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اللہ اللہ حکیم صاحب کی علمی لیاقت۔ اگر
کسی شرح جامی پڑھنے والے طالب علم کو یہ عبارت دے دیجئے تو وہ بھی
تو اس سے مطلب نکال لے گا۔ اور حکیم صاحب ہیں کہ چکرا رہے ہیں، پھر
کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی، تو خاموش ہی ہو رہے۔ ترجمہ ہی نہ کرتے
مگر نہیں بحکم آنچہ خواہی گوئے فرمائے ضرور جانے ہیں درست ہو یا نادرست
غرض لا یعرف ماجری علی لسانہ ولا یدری مایخرج من راسہ
سبحان اللہ حکیم صاحب کی لیاقت علمی بھی بڑے پائے کی ہے۔ اب حکیم
صاحب اپنے اس فقرے کا مطلب بیان فرمائیں۔ ”ابن عمر نے اس کو خرگاہ
جانا ہے“ افسوس صد افسوس ع آدمیاں گم شدند ملک حکیمے گرفت۔
آج کل وہ لوگ اہل علم کی شمار میں ہیں جنہیں آسان سی عبارت کے ترجمہ

تک کی لیاقت نہیں، پھر اس کی کیا شکایت کہ لم یرلا خاصا کا یہ ترجمہ کیا کہ یہ حدیث خاص ہے، اس کا یہ مفاد کہ حدیث تو واقع میں خاص ہے. مگر معاذ اللہ بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے غوری سے اُسے عام جان لیا. حکیم صاحب یہ ولم یدرانہ خاص کا مفاد ہوتا لم یرہ خاصا کا مطلب صرف اتنا ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُسے خاص نہ مانا. جناب حکیم صاحب قسطلانی کا جواب جو آپ نے عینی سے نقل کیا ہے. جس کا مطلب جناب نہیں سمجھے ہیں. اُس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو حدیث اپنے عموم پر ہے. یہ تو یقینی مگر بخاری کا اثر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو لانا اس کا موہم ہے کہ شاید انہوں نے اس منفعت کو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص خیال کیا ہو تو جناب من اول تو یہ ہی کب یقینی کہ امام بخاری نے خاص سمجھا اور بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جاوے، تو اُن کی رائے صحابی کی رائے کے مقابل کیا وقعت رکھتی ہے لاسیما وقد خالفہ عامۃ المحدثین والفقہاء علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے زہر الربیٰ شرح سنن نسائی شریف صفحہ ۱۳ میں بعد ذکر وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فرمایا وھو اولیٰ بان یتبع من غیرہ کہ غیروں کا اتباع کرنے سے اُن کا اتباع زیادہ مناسب ہے، خصوصاً اصول حنفیہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ تاویل صحابی تمام تاویلات پر مرجح ہے مگر حکیم صاحب کو حنفیہ سے کچھ تعلق ہی نہیں (حکیم صاحب) تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل و ریاحین کا ڈالنا ہرگز ثابت نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے انتہیٰ بلفظہ "

الجواب. حکیم صاحب نے اس مدعا پر چار عبارتیں بحوالہ عمدۃ القاری وفتاویٰ قرطبیہ و مفید المومنین و منہاج العارفین پیش کیں. مگر نہ معلوم کہ فتاویٰ قرطبیہ دُنیا کی کس اقلیم کے کس شہر کے کس مطبع میں کس کے اہتمام سے چھپ کر عنقا ہو گیا، حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے ہر چند طلب کیا، مگر پیش نہ کر سکے اور یہی فرماتے رہے، کہ آپ اطمینان رکھئے عبارتوں کی نقل میں کوئی خیانت نہیں کی گئی یہ چوروں کا کام ہے. مگر جن عبارتوں کی تصحیح نقل کی گئی اُنہیں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کس درجہ کی احتیاط کے ساتھ حکیم صاحب نے عبارتیں نقل کی ہیں، یہاں بھی جو عبارت نقل کی ہے اُس میں بھی حسب عادت طرفہ قطع برید فرمائی ہے، اگلا ضم پچھلا ضم ہیچ کے جملہ پر استناد کرم وما یفعلہ اکثر الناس من وضع ما فیہ رطوبۃ من ریاحین والبقول ونحوھا علی القبور لیس بشیٔ تو لکھ ڈال. مگر یہ سر دپا کر کہ عینی میں اس کے اول وہ عبارت ہے جو میں ابھی اُس کے صفحہ ۷۹ سے نقل کر چکا، جس میں حکیم صاحب کے اس مرض وہم کا شافی علاج اور صاف مصرح تھا کہ کچھ شاخ خرما کی تخصیص نہیں، بلکہ کسی درخت سے ہو تر ہو، ولہذا خطابی وغیرہ نے خشک شاخ بے برگ سے انکار کیا، اور اس کے آخر وہ جملہ تھا جو اس عبارت منقولہ حکیم صاحب کا بھی مطلب کھولتا اور اُن کے اصل مقصود کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینکتا ہے اُسے بھی کیوں نہ اُڑا دیتے وہ کیا تھا یہ کہ قبروں پر جو پھول وغیرہ تر چیزیں ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں بلکہ سنت وانما السنۃ الغرز یعنی سنت گاڑھنا اور جمانا ہے. اس فقرہ نے حکیم صاحب کے مدعا کی بالکل بیخ کنی کر دی یعنی جس کو حکیم صاحب نے مکروہ تحریمی بتایا اُسی کو امام عینی نے سنت فرمایا. اسی وجہ سے تو حکیم صاحب نے اس

فقرہ کو نقل نہ کیا۔ اب اسے چاہے حکیم صاحب دیانت فرمالیں، چاہے احتیاط نام رکھیں۔ حکیم جی اس عبارت میں پھول اوپر سے رکھ دینے کی نسبت لیس بشئی یعنی کچھ نہیں کا لفظ دیکھ کر خوش ہوئے ہوں گے اور یہ خبر نہیں کہ یہ لفظ کبھی بایں معنے آتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تو صرف نفی وجوب کریگا۔ کبھی بایں معنے کہ طریقہ مسلوکہ فی الدین نہیں۔ تو فقط نفی سنت کرے گا منافی استحباب نہ ہوگا۔ کبھی بایں معنے کہ کوئی عبادت نہیں تو نفی ندب کریگا منافی اباحت نہ ہوگا۔ کبھی بمعنے کراہت بھی مستعمل ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے[۲۵] وقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرھا تشبیھا بالواقفین لیس بشئی ھو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض و واجب و مستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذالک کذا فی مسکین. ردالمحتار میں ہے[۲۶] فی الذخیرۃ عن محمد عنہ ای عن الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان لایراھا شئی وتکلم المتقدمون فی معناھا فقیل لایراھا سنۃ وقیل شکرا ناما وقیل اراد نفی الوجوب وقیل نفی المشرع وعیۃ وان فعلھا مکروہ لایثاب علیہ بل ترکہ اولیٰ وعزاہ فی المصطفیٰ الی الاکثرین فان کان مستند الاکثرین ثبوت الوادیۃ عن الامام بہ فذالک والا فکل من عبارتیہ السابقین محتمل والاظھر انھا مستحبۃ لما نص علیہ محمد ایسی محتمل عبارت سے استناد محض خرط القتاد بلکہ اس کے مقابل ان کا فرمانا کہ وانما السنۃ العنز یعنے دوم کا اشعار کرتا ہے یعنی ڈالنا سنت نہیں، تو اس میں میرے حکیم منقول شامی و عالمگیری کا کیا خلاف ہوا۔ اس کے سوا جو اور عبارتیں قبر پر پھول ڈالنے کے انکار میں حکیم صاحب

نے پیش کی ہیں ان سے نہ بہ نیت زینت پھول ڈالنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے، اور یہ محبوث عنہ نہیں بلکہ محبوث عنہ تو یہ ہے کہ بغرض نفع میت قبروں پر پھولوں کا ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں ہیں پہلے عالمگیری اور شامی کی عبارتیں پیش کر چکا ہوں۔ اور اب پھر فتاوی برہنہ مطبوعہ مطبع نولکشور جلد اول صفحہ ۳۴۰ کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ "و در خبر است کسے کہ زیارت کند و گوید اللھم انی اسئلک بحق محمد وال محمد ان لاتعذب المیت حق تعالےٰ عذاب ازاں گور بردارد تا لقیع صور وگل و ریحان بر گور نہادن اولیٰ ست کہ تا تر ست تسبیح می گوید و میت ازاں انس می گیرد و ازیں جا گفتہ اند کہ گیاہ تر از گور نشاید و ور کرد ہر چند گیاہ تر بود اثر رحمت بیشتر بود کما فی الترغیب و تصدق بقیمت اولیٰ تر" ایسا ہی فقہ اکبر کی اکثر کتابوں میں مسطور ہے بنظر اختصار چھوڑا جاتا ہے، مگر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے کے ایک عبارت اور پیش کی جاتی ہے، کیونکہ حکیم صاحب غالباً ان کے ضرور معتقد ہوں گے، فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں ہے "[۲۸] و نہادن گل و خوشبو ماخوذ ازاں ست کہ کفن میت را بخوشبو کا فور و دیگر چیزہا ازیں جنس مثل حنوط یعنی آمیختہ آمدہ است و حالانکہ میت در قبر ست ازیں چیزہا بر قبر می نہند تا مشابہت بمیت تازہ بہم رسد محتمل است کہ ازیں نہادن خوشبو سرور بمیت می رسد زیرا کہ دریں حالت روح بسیار متلذذ باستعمال خوشبو می شود و روح باقی ست ہر چند آلہ وصول خوشبو در حالت زندگی کہ قوت شامہ است مفقود ست اما قیاساً بہ لذات کہ میت را می رسد بعد موت از روئے شرع شریف ثابت یعنی لذت ہائے عالم کہ در

احادیث صحیحہ آمدہ است کہ قبانیۃ من رد رحہا طیبہا و درحق شہداء در قرآن مجید وارد ست یرزقون فرحین اثبات حی تواند نمود"

(حکیم **صاحب**) یہ امر ہر ذی عقل و فہم پہ ہویدا ہے کہ روایت فتاوے غرائب بمقابلہ احادیث کثیرہ و آثار صحابہ و روایات کتب معتبرہ فقیہہ کیا وقعت رکھتی ہے۔ انتہی بلفظہ **جواب**۔ حکیم صاحب میری پیش کی ہوئی عبارت کو فرماتے ہیں کہ بمقابلہ احادیث کثیرہ کیا وقعت رکھتی ہے یہ فرمانا حکیم صاحب کا جب درست تھا کہ جب کوئی حدیث اپنے مدعا کی تائید میں پیش کرتے مگر ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے اور احادیث کثیرہ کا نام لے دیا۔
(دیانت) ایسے ہی حکیم صاحب نے آثار صحابہ کا ذکر فرمایا اور باوجودیکہ انہوں نے میرے جواب میں ایک بھی اثر کسی صحابی کا پیش نہیں کیا (حیرت) البتہ جو حدیثیں اور اثر میں نے پیش کئے تھے اُن کے تسلیم کرنے سے انکار کیا (ایمانی قوت) اسی طرح حکیم صاحب نے روایات کتب فقہیہ معتبرہ کا ذکر فرمایا ہے سو آپ کے جو معتبرات ہیں سبحان اللہ عجیب ہیں، ایک تو اُن میں سے فتاوی قرطبیہ ہے جس کو حکیم صاحب تصحیح نقل کے وقت پیش نہ کر سکے نہ کہیں جہان میں اس کا پتہ نشان، ایک مولوی اسحاق صاحب دہلوی کے مائۃ مسائل ہے جن میں اکثر مسئلہ غلط لکھے ہیں اور جس کی عبارات منقولہ کتب منقول عنہا کے خلاف ایسی ہے، حکیم صاحب کی ایک آدھ اور بھی کوئی معتبر کتاب ہوگی جس کے سامنے وہ میری پیش کردہ شامی اور عالمگیری جیسی معتبر کتابوں کی عبارتوں کو بے وقعت بتاتے ہیں اہل علم انصاف کریں۔
"(حکیم صاحب) سوائے اس کے یہ چالاکی مجیب صاحب کی قابل دید ہے کہ بقول میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔ مفید مطلب جو عبارت

فتاوے عالمگیری کی تھی اُس کو تو خوشی خوشی لکھ دیا اور جو غیر مفید مطلب عبارت جواس کے ہی آگے ہے نظر انداز کی۔ اصل عبارت فتاوے عالمگیری کی یہ ہے وضع الورد دریاحین علی القبور حسن وان تصدق قیمتہ کان حسن اول تو مجیب صاحب نے اس بد دیانتی سے کام لیا کہ پورے مسئلہ فتاوی کو بیان نہ فرمایا دوسرے یہ کہ لفظ حسن اور احسن میں بھی مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں انتہی بلفظہ"
جواب حکیم صاحب نے میری نسبت بد دیانتی کا لفظ تحریر فرمایا یہ اُن کی عنایت ہے اور بھی جو چاہیں فرمالیں، مگر الحمد للہ کہ میں بعنایت الٰہی اس خصلت سے دور ہوں، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ غیر مفید عبارت چھوڑ دی، میں عرض کرتا ہوں کہ غیر مفید عبارت کا چھوڑ دینا بد دیانتی نہیں ہے بلکہ اُس کا لکھنا ہی سراسر عبث اور فضول ہے، میں نے جو عبارت چھوڑی ہے نہ مجھے مفید نہ حکیم صاحب کو، پھر حکیم صاحب مجھ پر الزام لگانا اور میری طرف بد دیانتی کی نسبت کرنا محض کرم ہی کرم ہے۔ میں نے جو عبارت چھوڑ دی ہے، اُسے مسئلہ زیر بحث سے واسطہ ہی نہیں۔ مسئلہ زیر بحث تو یہ ہے کہ قبروں پہ پھول ڈالنا کیسا ہے، عالمگیری میں لکھا ہے کہ اچھا ہے خوب ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی عبارت میں پیش کر چکا ہوں، جو عبارت میں نے چھوڑ دی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ پھولوں کی قیمت کا صدقہ کر دینا بہتر ہے، نہ اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث، نہ اِس سے مسئلہ زیر بحث کو کچھ ضعف یا نقصان پھر حکیم صاحب کا خواہ مخواہ میری طرف بد دیانتی کی نسبت کرنا اُن کی عنایت ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ حکیم صاحب نے یہ پیش بندی کی لیکن چونکہ وہ اپنی تحریر میں بہت سی عبارتوں کی خبر لے چکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ ہمیں

ضرور ہماری حرکتوں پر بددیانت کہا جائے گا، ہم بھی تو ایک مرتبہ اپنے دل کی ہوس نکال لیں، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ احسن اور احسن میں مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، عرض کرتا ہوں کہ پھر جناب نے کیوں نہ امتیاز کر دکھایا اور اب کچھ مر جانگی ہے، تو اب امتیاز کرکے اپنا مدعا ثابت کر دکھایئے، میرے نزدیک تو جناب کو ابھی لفظوں کا ترجمہ کرنا بھی آسان نہیں ہے۔ جو اس موقعہ پر یہ فرمادیا کہ قول مفتی بہ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، سنو صاحب حسن کا ترجمہ اچھا اور احسن کا ترجمہ بہت اچھا ہے پھر اس عبارت کا ٹھیٹھ اردو میں یہ ترجمہ ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنا اچھا ہے اور قیمت کا صدقہ کر دینا بہت اچھا۔ حکیم صاحب ذرا سمجھئے یہاں دو مسئلہ مذکور ہیں ایک قبر پہ پھول ڈالنے کا اور دوسرا اس کی قیمت کے صدقہ کر دینے کا، پہلا مسئلہ جو زیر بحث ہے اس میں اختلاف ہی کہاں نقل ہوا اور کئی قول ہی کس نے بیان کئے جو یہ احتمال ہو سکے کہ ایک قول مفتی بہ اور باقی قول غیر مفتی بہا ہیں، دوسرے یہ کہ میں نے عالمگیری کے تمام مسائل لکھ ڈالنے کا ٹھیکہ نہیں لیا تھا، مجھے صرف مسئلہ زیر بحث لکھنا تھا ایسی صورت میں جناب کا مجھ پر بددیانتی کا الزام لگانا اور مجھ سے قول مفتی بہ و غیر مفتی بہ میں امتیاز کرانا آپ کی دیانت اور امتیاز کی خوبی ہے۔ **لطیفہ** حکیم صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں یہ بھی گنایا ہے، کہ ہم نے اتنے صاحبوں کے قول نقل کئے اس میں بھی یہ دیانت کہ ایک ایک صاحب کو دو دو دفعہ گنا گئے چنانچہ عینی شارح بخاری عمدۃ القاری شارح بخاری لکھ ڈالا علامہ بدر الدین ابو محمد احمد عینی رحمہ اللہ تعالے کو ایک جگہ عینی شارح بخاری دوسری جگہ صاحب عمدۃ القاری شارح ی کہہ گنا دیا یعنی ایک شخص کو دو بتادیا مگر

باوجود ان تمام حرکات کے ان کے نزدیک بددیانت میں ہی ٹھہرا۔ سبحان اللہ (حکیم صاحب) اور ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے برائے تخفیف عذاب اُن شاخہائے تر کو نصب فرمایا تھا۔ جب عام طور سے یہی فعل مسنون قرار دیا جائے گا تو اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب بعذاب الٰہی ہے اس میں تمام علماء صالحین و اولیاء کاملین و ائمہ مجتہدین و اکابر معتمدین داخل ہو گئے اس بنا پر بعقیدہ مجیب صاحب یہ لازم آوے گا کہ کوئی شخص ناجی ہی نہیں جس قدر ہیں سب ناری ہیں و معذب ہیں نعوذ باللہ منہا انتہی بلفظہ"

جواب حکیم صاحب کی کم علمی ہے جو انہوں نے شعر پیش کیا، کیونکہ اس خبط کا رد علامہ بدر الدین ابو محمد بن محمود بن نصر عینی حنفی رحمہ اللہ تعالے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مطبع عامرہ دار السلطنت عثمانیہ جلد اول صفحہ ۷۹، ۸ میں پہلی ہی میں فرما چکے ہیں ومنہا انہ قیل ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم علل غرزهما بامر مغیب من العذاب ونحن لا نعلم ذالك مطلقا الجواب انه لا يلزم من كوننا لا نعلم يعذب ام لا ان نترك ذالك الا نرى اما ندعو للميت بالرحمة ذلا نعلم انه يرحم ام لا اسی طرح شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ حاصل یہ کہ شبہ کیا گیا کہ نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم نے شاخیں جمانے کی نسبت ایک امر غیب یعنی ان کا معذب ہونا بیان فرمایا اور ہمیں اس کا مطلق علم نہیں (بعینہ یہی شبہ حکیم صاحب کا ہے) ائمہ مذکورین فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے یہ نہ جاننے سے کہ اس صاحب قبر

پر عذاب کیا جاتا ہے یا نہیں، یہ لازم نہیں آتا کہ ہم شاخیں جانا بھی چھوڑ دیں
کیا نہیں دیکھتے کہ ہم میت کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور ہمیں معلوم
نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے گا۔ اب حکیم صاحب انصاف پہ آئیں اور تسلیم
کریں۔ بحمدہٖ تعالیٰ اُن کے تمام خدشات و شبہات کا کافی علاج کر دیا گیا ہے
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؂

حررہ عبدہ المسکین المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ القریب المجیب وافضل الصلوٰۃ والسلام علی المولی
الحبیب وآلہ وصحبہ اولی التقریب جزی اللہ الفاضل
النجیب خیرا ویثیب وجعلہ کاسمہ نعیم الدین واتم
لنا ولہ النعیم یوم الدین فقد عزز فی قبور قلوب المنکرین
جوائد فرائد من الحق المبین لیخفف عنہم الرجز ان کانوا
منصفین والا فلا دواء لداء المتعسفین اعاذنا اللہ منہ
وجمیع المسلمین والحمد للہ رب العالمین

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ واصحابہ اولی الفضل
والمجادہ۔ اس فقیر نے حضرت فاضل علامہ کامل فہامہ مولانا حافظ حکیم محمد
نعیم الدین صاحب مرادآبادی سلمہ ذوالایادی وحفظہ عن شر الاعادی کا رسالہ
مبارکہ فرائد النور فی جوائد القبور مطالعہ کیا۔ اس پر مولانا کی کیا
تعریف کروں کہ ایسی تحریر منیر اُن کے فضل عزیز سے کچھ تعجب نہیں، ہاں
مضامین عجیبہ جو جانب مخالف جناب حکیم ہدایت العلی صاحب نے اپنے
مغز شریف سے اتارے کمال قابل استعجاب اولی الالباب ہیں اور اُن کی
میں ہی کیا تعریف کروں اُن کی ستائش تو امام عینی نے عمدۃ القاری میں
اپنے متاخر امام قسطلانی سے نقل کی ہے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان
کی نسبت فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر نے اُن کو خرگاہ جانا ہے اس سے زیادہ
کیا تعریف ہو سکتی ہے

عبد المصطفیٰ ظفر الدین احمد
محمدی سنی حنفی قادری رضوی

الکوکبۃ الشہابیہ اثباتِ ضلالتِ وہابیہ میں یہ مبارک کتاب جس میں اُن کے پیشوا کی کتابوں سے اُس کے اقوال اور کتبِ علماء سے اُن پر حکمِ کفر وضلال بہ نشانِ صفحات دیا ہے قیمت ۱۲ ر

الیاقوتۃ الواسطہ شغلِ برزخ کے اثبات اور وہابیہ کے ابطال و اسکات میں یہ مبارک فتویٰ ہے قیمت ۴ ر

احکامِ شریعت مجموعہ مبارکہ جامع مسائلِ ضروریہ، حاوی احکامِ شرعیہ معدنِ نکاتِ لطیفہ، مخزنِ اسرارِ عجیبہ

قیمت حصہ اول ایک روپیہ

" حصہ دوم ایک روپیہ

" حصہ سوم ایک روپیہ

اسماع الاربعین شفاعت کا سہرا شبِ اسریٰ کے دولہا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سر رہا۔ بڑی اعلےٰ کتاب ہے قیمت ۲ ر

الملفوظ جس میں مسلمانانِ عالم کے لئے ایک اعلیٰ ترین اسلامی دستور العمل ہے۔

حصہ اول دوم سوم
۱۰ ر ۱۲ ر ۸ ر

الزبدۃ الذکیہ المعروف حرمت سجدۂ تعظیم مسلمان! اے مسلمان شریعت مصطفوی کے زیر فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت رب العزۃ عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدۂ تحیّت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین ہے بہت اعلےٰ کتاب ہے قیمت ۱۲ ر

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام نصاریٰ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب اور اُن پر بڑے اعتراضات کا مجموعہ ہے قیمت ۴ ر

اقامۃ القیامہ۔ اکابر اولیا وعلما کے پاک ارشادات، مسئلہ قیام میلاد پاک میں بے نظیر کتاب ہے قیمت صرف ۸ ر

الادلۃ الطاعنہ جس میں روافض کی اذان کے متعلق انہیں کے اکابر کا قول ہے کہ اذان میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر لیا ہے اور وہ کھلا تبرا ہیں قیمت صرف ۲ ر .

ازالۃ العار درباب ممانعت مناکحت از سائر اہل بدعت بالخصوص از غیر مقلدین وہابیہ انفار ضلالت۔ بڑی اعلےٰ کتاب ہے۔ قیمت ۵ آنے

الجام الصاد عن سنن الضاد جس میں نفیس بیان سے واضح کیا ہے کہ ضاد کو قصداً ظا پڑھنا حرام قطعی ہے ایسے لوگوں کی نماز باطل ہوتی ہے۔ دال پڑھتے ہیں، یہ تفصیل حق ومرضی ہے مشابہت سے بچنے کی یہ سبیل جلی ہے ضاد کے مخرج کی واضح تحقیق قیمت ۵ ر

الھدایۃ المبارکہ جس میں فرشتوں کی پیدائش وموت کا حال اردو زبان میں بالکل اچھوتا مضمون ہے جو اس کتاب میں وضاحت سے ملے گا قیمت ۲ ر

الطیب الوجیز جس میں عورت و مرد کون کون سی دھاتیں اور کس وزن تک استعمال کر سکتے ہیں اور زنجیر یا تمام گھڑی کے کیس، چھلا، انگوٹھی، چین، مغرق جوتی اور ٹوپی کے تفصیلی احکام قیمت صرف ۲ ر

انباء المصطفےٰ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کشتیٔ اُمّت کے ناخدا یعنی سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ماکان ومایکون کے عالم ہیں اور انہیں مصیبت میں پکارنا د مشکل کشا وحاجت روا جاننا درست ہے بے نظیر کتاب ہے قیمت صرف ۸ ر

الاعلام بحال البخور فی الصیام جس میں اس امر کی تحقیق جلیل ہے کہ دھواں صائم کی ناک وحلق میں بلا قصد خود چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بڑی اعلےٰ کتاب ہے قیمت ۴ ر

العروس المعطار روزہ کے افطار کرنے کے بیان میں بڑی اچھی کتاب ہے ۲ ر

القطوف الدانیہ جس میں جماعت ثانیہ کے متعلق نفیس وجلیل تحقیقات ہے بے نظیر رسالہ ہے قیمت ۲ آنے

اھلاک الوھابیین جس میں قبور مسلمانان کی تکریم وتوقیر اور وہابیہ منکرین کی تعذیب وتعزیر میں بہت بے نظیر کتاب ہے قیمت ۸ آنے

ابرّ المقال علمائے کرام و اولیائے عظام کی شوق سے آستان بوسی کرو اور تبرکات کو بخوشی بوسہ دو۔ جو روکے اسے اس رسالہ سے جواب دو۔ قیمت ۴ر

الخطبات الرضویہ اس مجموعہ میں اعلیحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے خطبات عیدین وجمعہ خطبۂ وعظ جمع ہیں قیمت ٦ر

القول العجیب بعد اذان صلوٰة وسلام پکارنے کے بارے میں علمائے عرب و عجم کا قول فیصل کہ اس کے بعد انکار کی گنجائش نہیں رہتی قیمت ا ر

البدور الاجلہ رویت ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل و فوائد میں بڑی اعلےٰ کتاب ہے ۵ر

بریق المنار روشنی مزارات اولیاء اللہ کے متعلق ایک نہایت ضروری فتوےٰ جس میں اوہام باطلہ وہابیہ کا قاہرہ ابطال ہے قیمت ۸ر

برکات الامداد محبوبانِ خدا سے استعانت واستمداد کے مسئلہ میں یہ نفیس رسالہ لاجواب عجالہ قیمت ۵ر

بدر الانوار۔ بزرگانِ دین کے تبرکات کا اسلام میں کیا مرتبہ ہے اور سلف صالحین نے آثار و تبرکات کا کیسا ادب کیا اور برکات حاصل کئے قیمت ۵ر

سبحٰن السبّوح سچے خدا کو جھوٹ کا عیب لگانے والے تمام وہابیہ، دیوبندیہ وغیرہ مقلّدین سب کے سب عقیدہ خبیثہ امکان کذب وقوع دروغ خدا کا بے مثال رد و ابطال، ان کے شبہات واہیہ باطلہ واوہام عاطلہ کا رفع و دازہاق بروجہ کمال ان پر ان کی حماقتوں وقباحتوں وخباثتوں وغیرہ کو واضح و آشکارا کرنے والے چھ رسالے قیمت ۲ روپے آٹھ آنے

عرفان شریعت حصہ اول ۵ر
عرفان شریعت حصہ دوم ٦ر

ملنے کا پتہ: نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

کی مایہ ناز کتاب

جذب القلوب

کا

اردو ترجمہ

یعنی

تاریخ مدینہ منورہ

★

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب۔ لاہور